حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ اِمامیہ کا بے باک ترجمان

Website: www.sibtain.com

Emails: smi51214@gmail.com
Sultanulmadarisislamia@gmail.com

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

- ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں جانا ہے جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملتا ہے خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

- آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حسب حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

- ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کے لیے:

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی متصل جوہر کالونی سرگودھا O فون: 0301-6702646

اداریہ

کوئٹہ لہو لہو

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئٹہ اور دیگر علاقوں میں مرنے والوں کے درجات بلند فرمائے اور انکو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے پاکستانی حکمرانوں اور عوام کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے اور جینے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی ﷺ و آلہ الطیبین

شیعان پاکستان ابھی تک نہایت صبر و تحمل سے مصائب برداشت کر رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک خانہ جنگی کا شکار ہو جائے دہشت گرد غیر ملکی آقاؤں کے ایجنڈے پر کام کرنا چھوڑ دیں اور ملک کی سلامتی کیلئے کام کریں۔

علمائے کرام اور زعمائے ملت قوم شیعہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کریں اور ذاتی مفادات اور اپنی انا کو ترک کر کے قوم کی بگڑتی سنوارنے کی کوشش کریں باہمی اتحاد سے اپنے تحفظ کی فکر کریں دشمن سر پہ چڑھ چکا ہے اور لیڈران کو خبر تک نہیں

بے میر سپاہ ناسزا لشکریاں شکستہ صف

آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

طرف سے بیرون ملک سے مداخلت کے بیانات دیئے گئے کیا وہ ملک جو اندرون پاکستان میں بد امنی اور قتل و غارت کیلئے دہشت گرد لوگوں کی امداد کر رہے ہیں پاکستان کے دوست ہیں؟ ایسے ممالک سے خارجہ تعلقات پر حکمرانوں کو نظر ثانی کرنی چاہیے اور عوام کو بتایا جائے وہ کون کون سے ممالک ہیں جو پاکستان میں عدم استحکام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا پاکستان کے خفیہ ادارے نا اہل ہو چکے ہیں یا پھر دہشت گردوں سے خوف زدہ ہیں؟

ایک آمر نے ملک میں منافرت اور دہشت گردی کی ایسی بنیاد رکھی کہ اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو قتل کرنا کار ثواب سمجھا جا رہا ہے اسلام جو کہ اخوت اور رواداری کا پیغام دیتا ہے غیر مسلموں کی جان و مال کو بھی ضائع کرنے سے منع کرتا ہے یہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے ہی بھائیوں کا خون بہا کر اپنے تئیں جنت میں جانے کا نظریہ رکھتے ہیں قرآن حکیم نے قاتل کی سزا جہنم مقرر فرمائی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے دوزخی قرار دیکر اس پر لعنت فرمائی ہے۔

ملکی حالات کو دیکھا جائے تو کراچی لاہور پشاور، ڈیرہ اسماعیل اور دیگر علاقوں میں شیعہ زعما اور اکابرین کی ٹارگٹ کلنگ جاری ہے گزشتہ دنوں لاہور میں ڈاکٹر علی حیدر اور ان کے معصوم بیٹے مرتضیٰ حیدر کو گولیوں کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ملک میں یہ قتل و غارت گری کب تک جاری رہے گی صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو چاہیئے کہ دہشت گردوں سے آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے اور دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو ختم کیا جائے اگر ان دہشت گردوں کو لگام نہ دی گئی تو ملک بچ نہ سکے گا۔

کوئٹہ میں ابھی گزشتہ خونریزی کے واقعات بھولنے نہ پائے تھے کہ کوئٹہ کے مقتولین کا چہلم ہو چکا تو کیرانی روڈ پر ہزارہ قبیلہ کے مومنین پر ظلم کے پہاڑ گرائے گئے سو 100 سے زائد اہل ایمان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا دو سو 200 کے لگ بھگ زخمی ہو گئے حکومت وقت اگر گزشتہ واقعات سے سبق حاصل کرتی اور قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچاتی تو دوبارہ یہ واقعات نہ ہوتے 1000 ہزار کلو دھماکہ خیز بارود پانی کے ٹینکر میں لا کر تباہی مچا دی گئی انسانی اعضا کے ٹکڑے دور تک بکھر گئے کئی لوگوں کی لاشیں تک شناخت نہ ہو سکیں کچھ لوگ ابھی تک لاپتہ ہیں۔

ہزارہ قبیلہ کے مقتولین کے ورثا نے اپنے پیاروں کی لاشیں سامنے رکھ کر دھرنا دیا اور مطالبات کی منظوری تک دفن کرنے سے انکار کر دیا وفاقی حکومت نے پارلیمانی وفد کی تشکیل کر کے کوئٹہ بھیجا اور قائدین اور ورثا کے ساتھ مذاکرات کر کے انہیں یقین دلایا کہ قاتلوں کو جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائیگا۔

جب مقتولین کی تدفین کا عمل مکمل ہوا صوبائی اور مرکزی حکومت کیلئے شیعان حیدر کرار کا مسلسل قتل عام سوالیہ نشان بن چکا ہے ذمہ دار حکومتی ارکان کی

باب العقائد

تشہد میں شہادت ثالثہ کا اضافہ

از قلم: مفسر قرآن مرجع شیعیان جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

اس وقت چونکہ دین حقیقی کے سربراہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پردہ غیبت میں روپوش ہیں اور ان کے نائبین یعنی علماء اسلام کے ہاتھوں میں زمام اقتدار نہیں ہے اسلئے بعض خودغرض مخرب دین اور گندم نما جوفروش ملاں بے لگام مقررین اور تاجران خون حسینؑ جاہل ذاکرین کی شہ زوریاں اور دین میں تخریب کاریاں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ اب نماز جیسی افضل ترین شرعی و توقیفی عبادت بھی ان کے دست تصرف سے محفوظ نہیں رہی چنانچہ انہوں نے کچھ عرصہ سے نماز کے تشہد میں "شہادت ثالثہ (اشہد ان علیاً ولی اللہ)" پڑھنا شروع کر دی ہے اور انہی لوگوں کی تحریک و انگیخت پر بعض سادہ لوح اور فریب خوردہ اہل ایمان نے بھی شروع کر دی ہے۔

یہ لوگ رات دن مجالس و محافل میں اس بات کو اس قدر دہرا رہے ہیں اور اس میں اس قدر رنگ آمیزی و مبالغہ آمیزی کر رہے ہیں کہ اب تو بعض حلقوں میں مومن بھائی اسے جانتا ہے جو اس نئی ایجاد پر عمل کرتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس ایجاد کے بعض موجد و مؤید تو وہ ہیں جو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے۔ بلکہ وجوب نماز کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو لوگوں سے تو پڑھواتے ہیں۔ مگر خود نہیں پڑھتے البتہ کچھ ایسے بھی ہیں جو خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں سے بھی پڑھواتے ہیں۔ بہر کیف بموجب

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

ہمارے علماء و فقہا تو آج تک اذان و اقامت میں اس شہادت ثالثہ کی جزئیت کا جواز رسولؐ و آلِ رسولؐ کے قول و فعل سے ثابت نہ کرسکے۔ تب ہی تو "تبرکاً و تیمناً" کہنے کا سہارا لیتے ہیں۔ یا آج عوام یا عوامی نمائندگی کے دعویداران نماز کے تشہد میں اسکے پڑھنے پر اس قدر مُصر ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق اس کے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔

اب اس موضوع پر نہ صرف یہ کہ تقریریں ہو رہی ہیں اور مضامین لکھے جا رہے ہیں بلکہ رطب و یابس اور شیطانی قیاسات اور ذاتی خیالات سے لبریز بعض رسائل بھی سپرد قلم کئے جا رہے ہیں۔

چنانچہ ماضی قریب میں ایک گندم نما جوفروش بلکہ دین فروش مولوی نے ایک رسالہ بنام "شہادت ثالثہ" شائع کیا ہے ایک اور مخرب دین فسادی ملانے "نماز میں تیسری گواہی" نامی رسالہ طبع کرایا ہے۔

ان رسالوں میں تدلیس ہے، تلبیس ابلیس ہے۔ استدلال میں فریب کاری ہے نقل عبارات میں مکاری

ہے۔ حوالہ جات میں عیاری ہے "وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ" چھوڑ کر
"لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ" پڑھو انحصاری ہے۔

الغرض ہر جگہ دھوکا دہی اور فریب کاری کی عملداری
اور گرم بازاری ہے۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ٭ بھان متی نے کنبہ جوڑا

بھلا جب اس سلسلہ کے بارے میں اللہ کا کوئی فرمان نہیں ہے
اور سرکار محمد و آل علیہم السلام کا کوئی واضح ارشاد باسناد نہیں ہے اور
ان کا عمل نہیں حکم نہیں ہے مجتہدین و محدثین کا فتویٰ نہیں ہے
پھر نہ معلوم اپنے نامہ اعمال کی طرح ان رسالوں کے ورق سیاہ
کرنے کا فائدہ کیا ہے؟؟؟؟

(1) ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ
پنجتن پاک بارہ امام اور چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی
ایک بزرگوار کا نماز میں خود شہادت ثالثہ کا پڑھنا یا کسی شخص کو اس
کے پڑھنے کا حکم دینا ہماری کسی مستند کتاب اور ہماری کسی معتبر
روایت میں مذکور نہیں ہے اور اگر کوئی مائی کا لال کوئی ایک
مستند حوالہ ہم پہنچائے تو ہم جہاں شکریہ کے ساتھ اسے قبول
کریں گے وہاں اسے منہ مانگا انعام بھی پیش کریں گے۔

مگر ہم علی وجہ البصیرت پیشگی اعلان کرتے ہیں کہ صبح
قیامت کے طلوع ہونے تک آئیں بائیں شائیں کرنے کے سوا
کوئی شخص اس قسم کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں پیش کر سکے گا

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ٭ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(2) لے دے کے کتاب فقہ الرضا میں تشہد کے متعلق اجزاء میں
جہاں "اشهد ان ربی نعم الرب وان محمدا نعم
الرسول" درج ہے (جو عام کتب حدیث و فقہ میں بھی موجود
ہے) وہاں یہ اضافہ بھی مذکور ہے "وان علیا نعم الامام یا
نعم الولی." (جو اور کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے) اور اگر کسی
کتاب میں ہے جیسے مستدرک الوسائل، الفقہ اور تحفہ احمدیہ وغیرہ
تو وہ اسی فقہ الرضا کے حوالہ سے ہے مگر علماء محققین اور فقہائے
مدققین کے نزدیک فقہ الرضا نامی کتاب قطعاً ناقابل اعتماد ہے
اور امام رضا کی طرف اسکی نسبت ہرگز ثابت نہیں ہے۔

(1) چنانچہ فاضل بے بدل علامہ سید محسن الامین العاملی اپنی مشہور عالم
کتاب "اعیان الشیعہ" جلد 1 ص 294 طبع بیروت میں
اسکی نسبت لکھتے ہیں "لم یثبت" یعنی اس کتاب کا امام رضا کی
تالیف ہونا ثابت نہیں ہے۔

(2) اور جناب حر عاملی جیسا محدث جلیل و فاضل نبیل (جامع
وسائل الشیعہ الی مسائل الشریعہ) باوجودیکہ وسائل الشیعہ لکھتے
وقت یہ کتاب انکے پیش نظر تھی مگر وہ اسے ناقابل اعتبار سمجھ کر اس
سے کوئی روایت اپنی اس عظیم کتاب میں نقل نہیں
کرتے (ملاحظہ ہو خاتمہ الوسائل جلد 3)

"ولا ینبئك مثل خبیر"

(3) آقائے رضا استادی نے اپنے مخصوص رسالہ
"تحقیقے پیرامون کتاب فقہ الرضا" طبع ایران میں جو اسی کتاب
کے بارے میں تالیف کیا ہے ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب دراصل
مشہور بدعقیدہ آدمی شلمغانی کا رسالہ ہے۔

(4) اور فاضل جلیل آقائے سید محمد ہاشم اصفہانی روضاتی نے اسی
کتاب کی تحقیق میں ایک کتاب مرتب کی ہے بنام "رسالہ فی تحقیق

حال کتاب فقہ الرضا انہوں نے بھی ناقابل رد دلائل و براہین
سے ثابت کیا ہے کہ اس کتاب کی امام رضا علیہ السلام کی طرف
نسبت قطعاً بے بنیاد ہے۔

علمی لطیفہ جس فقہ الرضا نامی کتاب کو یہ لوگ حضرت امام علی رضا
علیہ السلام کی تالیف قرار دیکر تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھتے ہیں تو
اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ یہ کتاب واقعاً حضرت
امام رضا علیہ السلام کی تالیف ہے تو پھر ان پر لازم ہے کہ وضو
بھی اس کے مطابق کریں۔ اذان واقامت بھی کے مطابق
دیں اور لباس بھی اس کے مطابق زیب تن کر کے نماز پڑھیں۔

ع کردم اشارتے و مکرر نمی کنم

تحقیق یہ ہے کہ فقہ الرضا نامی کتاب میں اذان واقامت میں
اشھد ان علیاً ولی اللہ مذکور نہیں ہے۔ نیز اس میں وضو کے
بارے میں لکھا ہے کہ پاؤں کو دھونا بھی صحیح ہے اور مسح کرنا بھی
درست ہے۔ نیز اسمیں یہ بھی لکھا ہے کہ حرام جانور کا چمڑا رنگنے سے
پاک ہو جاتا ہے اور اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ فراجع۔
نیز پھر تشہد بھی وہ پورا پڑھیں۔ اس کتاب میں مذکور ہے جس کا وہ
ایک فقرہ پڑھتے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے (اور یقیناً
نہیں کریں گے اور نہ ہی کر سکتے ہیں) تو پھر معلوم ہو جائے گا) کہ
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

والی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان وعلیہ التکلان

(3) نیز یہ چیز بھی پیش نظر رہے کہ متقدمین ومتاخرین شیعہ علماء
مجتہدین میں سے آج تک کسی قابل ذکر فقیہ نے بھی اس شہادت
ثالثہ کی نماز میں اور وہ بھی بجز تشہد سمجھ کر پڑھنے کی اجازت نہیں
دی۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے پڑھنے کو صرف یہ کہ ناجائز
قرار دیا ہے بلکہ بعض بہت بڑے مراجع تقلید نے اس اضافہ کو
مبطل نماز بھی قرار دیا ہے ذیل میں بطور نمونہ مشتے از خروارے
چند اعلام اور مراجع تقلید شیعان جہاں کے گراں قدر فتاوی پیش
کئے جاتے ہیں جو انہوں نے رائے عامہ اور لومۃ لائم کی پرواہ کئے
بغیر اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے جاری کئے ہیں۔

چنانچہ مختلف اعلام سے جو سوال کیا گیا اس کا خلاصہ یہ
ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ آیا نماز کے تشہد
میں شہادت ثالثہ جائز ہے یا نہ؟۔۔۔۔۔بینوا توجروا۔۔۔۔۔اور
علماء اعلام اور فقہاء عظام نے اسکے جو جوابات دیے ان سب کا
خلاصہ یہ ہے کہ نہیں، یہ جائز نہیں ہے۔

ذیل میں ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان کے
جوابات کا خلاصہ انہی کے اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔
اصل ہمارے پاس محفوظ ہیں جو حسب الضرورۃ دیکھے جا سکتے ہیں۔

(1) شمس العلماء علامہ سید علی الحائری مجتہد پنجاب لکھتے ہیں۔
" نماز کے مقررہ ارکان میں کسی قسم کی تبدیلی زیادتی یا کمی نہیں
ہو سکتی اسلئے تشہد نماز میں ادا شہادت ولایت کیلئے لوگ مامور
نہیں کئے گئے" تمہ خادم الشریعہ علی الحائری عفی عنہ۔ (محلہ شیعیان
موچی دروازہ لاہور)۔

(2) سرکار آیۃ اللہ السید محسن الحکیم اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں۔
" جائز نیست و مبطل نماز است" (محسن الطباطبائی الحکیم)

(3) سرکار آیۃ اللہ السید عبداللہ الشیرازی اعلی اللہ مقامہ فرماتے
ہیں۔ "واجب نیست والا لازم می آید کہ ترک واجب کردہ باشد

چوں یقیناً پیغمبر خدا بعد از غدیر شہادت ولایت علی در نماز نمی دادہ۔ واللہ العالم" (عبداللہ بن السید محمد طاہر الشیرازی)۔

(4) سرکار آیت اللہ الخوئی اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں۔

"شہادت بولایت در نماز جائز نیست و مبطل نماز است۔ واللہ العالم" (ابو القاسم الخوئی)

(5) سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں

" تشہد میں کسی چیز کا اضافہ درست نہیں ہے۔" (علی نقی النقوی) اسی مقدار پر اکتفا کی جاتی ہے ورنہ آیۃ اللہ آقائی شریعت مدار، آیۃ اللہ مرعشی اور آیۃ اللہ آقائی گلپایگانی اور دیگر مراجع و مجتہدین کے فتاویٰ بھی اس اضافہ کے عدم جواز پر موجود ہیں۔

وفیہ کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ان حقائق کی روشنی میں ان فریب خوردہ اہل ایمان کو اپنی روش پر نظر ثانی کرنا چاہیے جو کہ قرآن و آئمہ اطہار کے واضح فرمان اور مجتہدین عظام کے واضح فتاویٰ پر اپنے عمل کی بنیاد رکھنے کی بجائے بغیر سوچے سمجھے ان لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں پر اعتماد کر کے کہ جن کے قول و بول میں کوئی فرق نہیں ہے (عالم ربانی شیخ زین العابدین مازندرانی نے اپنی کتاب ذخیرۃ العباد طبع لکھنو پر لکھا ہے "و اعلیکہ مجتہد نیست قولش حکم بولش می ماند در احکام شریعت اگر از طرف خود بگوید" جو واعظ و مبلغ مجتہد نہ ہو اور نہ کسی مجتہد کا فتویٰ نقل کرے بلکہ اپنی طرف شریعت میں دخل اندازی کرے تو اس کا قول حکم اسکے بول (پیشاب) کے ہے) اپنے عقیدہ و عمل کو برباد کر رہے ہیں

ع　دیکھو گے تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستان کب تک؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا "ادنیٰ ما یخرج بہ الرجل عن الاسلام ان یری الرای بخلاف الحق فیقیم علیہ " یعنی کم از کم وہ چیز جس کی وجہ سے آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے یہ ہے کہ وہ خود ایک غلط رائے قائم کرے اور پھر اس پر ڈٹ جائے۔ (تفسیر صافی بذیل آیت ومن یکفر بالایمان)۔

ایک اور روایت میں وارد ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے بروز عید نماز عید سے پہلے ایک شخص کو جب نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ٹوکا اس شخص نے کہا کہ آخر نماز ہے کوئی گناہ کا کام تو نہیں ہے؟ اس پر جناب امیرؑ نے فرمایا "ان اللہ لا یعیب علی فعل حتیٰ یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او یحث فتکون صلواتک عبثاً و العبث حرام فلعلہ یعذبک بمخالفت نبیہ" یعنی جب تک اس بات کا ثبوت نہ مل جائے کہ فلاں کام رسولِ خدا نے کیا ہے یا اس کے کرنے پر آمادہ کیا ہے اس وقت تک خدا اس کام کے کرنے پر ثواب نہیں دیتا بنا بریں تیری یہ نماز عبث کام ہے اور عبث کام حرام ہے کچھ بعید نہیں کہ خداوند عالم تجھے اپنے پیغمبرؐ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کرے"۔ (شرح مجمع البحرین کذا فی الجنہ ص 165 و قلم البیان ص 73)

بالانصاف قارئین کرام کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر سنتِ نبویہ کے خلاف نماز پڑھنے پر عذاب کا اندیشہ ہے تو کیا خلاف سنت دوسرے کام پر کس طرح اجر و ثواب کی توقع کی جا سکتی ہے نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے

بقیہ صفحہ نمبر 18 پر

باب الاعمال

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت قرآن وسنت کی روشنی میں

از قلم: مفسر قرآن مرجع شیعیانِ جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

اگر بنظر غائر اس سلسلہ میں وارد شدہ آیات مبارکہ کا جائزہ لیا جائے تو وہ چند قسم کی نظر آتی ہیں۔ (1) بعض وہ ہیں جن میں اشارۃً اس فریضہ کی بجا آوری کی رغبت اور اس کے ترک کرنے کے انجام بد کا تذکرہ کیا گیا ہے اور (2) بعض میں صراحۃً اس کی بجا آوری کا تاکیدی و لازمی حکم دیا گیا ہے اور (3) بعض وہ ہیں جن میں اسے اہل ایمان کی لازمی صفت قرار دیا گیا ہے ہر سہ (تین) اقسام میں سے یہاں صرف ایک ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔ (1) ارشاد قدرت ہے۔ "وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ"
"قسم ہے زمانہ کی کہ سب انسان خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے اور پھر ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں"۔ اس سورہ مبارکہ میں امر بالمعروف اور نہی از منکر کی طرف اشارہ ہے اور اس کے ترک کرنے کا نقصان بیان کیا گیا ہے جو خسران ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے
"فی وجوب التواصی الی الحق اشارۃ الی الامر بالمعروف و النہی عن المنکر" کہ اس حق و صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف اشارہ ہے۔

(2) ارشاد ہوتا ہے۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران)
تمہارے درمیان ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے۔ نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔ اس آیت مبارکہ میں بطور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب اور اخروی فوز و فلاح کو اسی فریضہ کی ادائیگی میں منحصر قرار دیا گیا ہے۔

(3) قرآن کہتا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبہ) "مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے حامی و مددگار ہیں نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان پر خدا رحم و کرم فرمائے گا۔ بے شک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔" اس آیت مبارکہ میں خالق حکیم نے کس خوبصورتی کے ساتھ علت و معلول کے طریقہ پر اہل ایمان کی چند اعلیٰ صفات

لازمہ کا تذکرہ کیا ہے کہ چونکہ وہ مومن ہیں اس لئے ایک دوسرے سے اخوت ومحبت کرتے ہیں اور باہمی محبت کا لازمی امر یہ ہے کہ وہ امر بہ معروف اور نہی از منکر کرتے ہیں اور اس امر و نہی کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ وہ خالق کی عبادت و بندگی بجالاتے ہیں اور چونکہ بندگی خلق وخالق کی خدمت کا نام ہے اس لئے وہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور اس کارکردگی کا لازمی ثمرہ یہ ہے کہ وہ خدا و رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس اطاعت کا لازمی انجام خدائے رحمن کی رحمت بے پایاں کا حصول ہے جو ان کے شامل حال ہے حقیقت الامر تو یہ ہے کہ اگر قرآن میں تفکر وتدبر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے خیر الامم ہونے کا راز ہی ان کی اسی صفت کا مرہون منت ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کیلئے پیدا کی گئی ہے تم لوگوں کو اچھائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو۔"

فضیلت امر ونہی از روئے احادیث سرکار محمدؐ وآل محمد علیہم السلام

اس سلسلہ میں بکثرت روایات معتبرہ وارد ہوئے ہیں۔ بعض میں اس کا وجوب بعض میں اسکی اہمیت اور بعض میں اس کے ترک کرنے کے برے عواقب ونتائج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان کا ایک شمہ بیان کیا جاتا ہے۔

(1) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

لا تزال امتی بخیر ما امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر و تعاونوا علی البر فاذا لم یفعلوا ذلک نزعت منھم البرکات و سلط بعضھم علی بعض ولم یکن لھم ناصر فی الارض ولا فی السماء۔ (وسائل الشیعہ) میری امت اس وقت تک خیر وخوبی سے رہے گی جب تک امر بالمعروف اور نہی از منکر اور نیکی پر باہمی تعاون کرتی رہے گی اور جب یہ کام چھوڑ دے گی تو اس سے برکتیں سلب کر لی جائیں گی اور زمین و آسمان میں اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

(2) حضرت امیر المومنین علیہ السلام ضربت لگنے کے بعد حسنین شریفین کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لا تترکوا الامر بالمعروف و النھی عن المنکر فیولی علیکم اشرارکم ثم تدعون فلا یستجاب لکم (نہج البلاغہ) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (کے فریضہ) کو کبھی ترک نہ کرنا۔ ورنہ تم پر اشرار مسلط ہو جائیں گے اور جب تم (ان کے خلاف بد) دعا کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔

(3) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آپ امر و نہی کو "اسمی الفرائض و اشرفھا" قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں" ان الامر بالمعروف و النھی عن المنکر سبیل الانبیاء و منھاج الصلحاء فریضۃ عظیمۃ بھا تقام الفرائض و تامن المذاھب و تحل المکاسب و ترد المظالم و تعمر الارض و ینتصف من الاعداء و یستقیم الامر" امر بالمعروف ونہی از منکر انبیاء کا راستہ اور صلحاء کا طریقہ ہے یہ عظیم الشان فریضہ ہے جس کی برکت سے تمام فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ راستے پر امن ہوتے ہیں

کاروبار حلال ہوتے ہیں، لوگوں کے حقوق واپس لوٹائے جاتے ہیں، زمین آباد ہوتی ہے۔ دشمنوں سے انتقام لیا جاتا ہے اور تمام کام درست ہوتے ہیں ۔ اسی حدیث کے آخر میں وارد ہے کہ خداوند عالم جناب شعیبؑ کو وحی فرمائی کہ تیری قوم میں سے ایک لاکھ آدمیوں پر عذاب نازل کر رہا ہوں ۔ جن میں چالیس ہزار اشرار و بدکار ہیں اور ساٹھ ہزار اخیار و نیکوکار ہیں ۔ جناب شعیبؑ نے عرض کیا۔ بارالہا! تو اشرار پر عذاب نازل کرے گا۔ بجا۔ مگر نیکوکاروں کا کیا قصور ہے؟ ارشاد قدرت ہوا کہ انہوں نے بد کاروں سے غلط رواداری برتی ہے اور میری ناراضی پر ناراض نہیں ہوئے (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا نہیں کیا)

(فروع کافی و تہذیب الاحکام)

(4) نیز حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا "ویل لقوم لا یدینون اللہ بالامر بالمعروف و النھی عن المنکر"۔ افسوس ہے اس قوم کیلئے جو اللہ کا دین سمجھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیتی۔

(وسائل الشیعہ)

(5) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء طاہرین علیہم السلام کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا "دو کیف بکم اذا فسدت نساؤکم و فسق شبابکم ولم تامروا بالمعروف ولم تنھوا عن المنکر فقیل لہ ویکون ذالک یا رسول اللہ ۔۔ فقال نعم و شر من ذالک کیف بکم اذا امرتم بالمنکر و نھیتم عن المعروف فقیل لہ یا رسول اللہ ویکون ذالک ۔۔ قال نعم و شر من ذالک کیف بکم اذا رأیتم المعروف منکرا والمنکر معروفاً"

(الوسائل)

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں خراب ہو جائیں گی اور تمہارے جوان فاسق ہو جائیں گے اور تم نہ نیکی کا حکم دو گے اور نہ برائی سے روکو گے۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ یا رسولؐ اللہ کیا ایسا ہوگا؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم برائی کا حکم دو گے اور اچھائی سے روکو گے۔ عرض کیا گیا یا رسولؐ اللہ کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی بدتر تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم (ذہنی کج فہمی سے) اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگ جاؤ گے" اس حدیث کا تتمہ یہ ہے کہ عرض کیا گیا اس وقت کیا ہوگا ؟ فرمایا "ایسے لوگوں کو خدا تین عذابوں میں مبتلا کرے گا (1) ناگہانی موت عام ہو جائیگی (2) رزق سے برکت اٹھ جائیگی (3) اشرار حاکم ہوں گے۔ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ وہی دور ہے جسے صادقین کے اخبار و آثار میں "شر الازمنہ" کہا گیا ہے۔ جس میں ہماری بیماری اپنی آخری سٹیج تک پہنچ چکی ہے۔ آج حرام و حلال کے سانچے ہی بدل گئے ہیں۔ اس ذہنی انقلاب کا یہ عالم ہے کہ آج لوگ نیکی پر عمل نہیں کرتے کیونکہ اسے نیکی جانتے ہی نہیں اور برائی سے نہیں بچتے۔ کیونکہ اسے وہ برائی سمجھتے ہی نہیں الغرض

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ بدل ہی جاتے ہیں غلامی میں قوموں کے ضمیر

آج عوام کا کیا شکوہ، نام نہاد خواص کا یہ عالم ہے کہ

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ایک مومن متقی یہ کہہ کر موت کی تمنا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

فیا موت زر ان الحیاۃ ذمیتہ

ہمیں اپنے علماء و فقہاء رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مخلصانہ شکوہ ہے کہ انہوں نے سب سے بڑے اسلامی فریضہ کو وہ اہمیت اور وہ مقام نہیں دیا جس کا یہ مستحق تھا چنانچہ بعض فقہاء نے اپنی فقہی کتابوں میں اس کا سرے سے تذکرہ ہی نہیں کیا اور بعض نے کیا بھی ہے تو کتاب الجہاد وغیرہ کے ذیل و ضمن میں اور یہی بے اعتنائی ہمارے اہل منبر و محراب نے اس سے روا رکھی ہے۔ جس کا منطقی و قدرتی نتیجہ قومی کجروی بے راہ روی اور بے عملی کی شکل میں سامنے نظر آرہا ہے۔

سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے۔

بقیہ حضرت علیؓ مطیع رسولؐ

تھے کہ رسول اکرمؐ نے انکو اپنے سے نسبت دی اور ان کو اپنا بھائی کہا۔ ان کی زندگی کا یہ اہم حصہ جس میں انسان کی شخصیت نشوونما پاتی ہے پیغمبر اکرمؐ کے زیر سایہ تربیت میں گزرا۔

جب مکہ میں ایک سال سخت قحط پڑا تو حضرت ابو طالبؓ کے ایک بیٹے جناب جعفرؓ کو پیغمبرؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور جناب علیؓ کو آپ خود اپنے گھر میں کفالت کیلئے لے آئے اور حضرت علیؓ پیغمبرؐ کی بعثت تک آپ کے گھر میں رہے اور حضرت علیؓ نے آپ کی سب سے پہلے تصدیق کی اور آپؐ کی پیروی کی۔ (ابن اثیر تاریخ الکامل فی التاریخ ج 2 ص 58) (ابن ہشام عبد الملک، السیرۃ النبویہ ج 2 ص 26)۔

اور شارح نہج البلاغہ محمد تقی تستری نے مقاتل ابی الفرج سے بھی اسی طرح کے کلام کو نقل کیا ہے۔ (نہج الصباغہ فی شرح نہج البلاغہ، شیخ محمد تقی تستری ج 4 ص 109)۔

جب پیغمبر اکرمؐ حضرت علیؓ کو اپنے گھر لے آئے تو فرمایا:

" میں نے علیؓ کو ایسے ہی منتخب کیا ہے جیسے خدا نے اس کو میرے لیے منتخب کیا ہے"

حضرت امیر المومنینؓ نہج البلاغہ کے خطبہ قاصعہ میں اپنی زندگی کے اس حصے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

" وقد علمتم موضعی من رسول اللہ بالقرابۃ و المنزلۃ الخصیصۃ و ضعنی فی حجرہ و انا ولد یضمنی الی صدرہ ۔۔۔ تمہیں معلوم ہے مجھے رسول اکرمؐ سے کس قدر قرابت اور مخصوص منزلت حاصل ہے انہوں نے بچپنے سے مجھے اپنی گود میں جگہ دی کہ مجھے اپنے سینے سے لگائے رکھتے تھے، اپنے بستر پر جگہ دیتے تھے، اپنے کلیجے سے لگا کر رکھتے تھے اور مجھے مسلسل اپنی خوشبو سے سرفراز فرمایا کرتے تھے، اور غذا کو اپنے دانتوں سے چبا کر مجھے کھلاتے تھے نہ انہوں نے میرے کسی بیان میں جھوٹ پایا اور نہ میرے کسی عمل میں غلطی دیکھی۔"

یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا:

" ولقد کنت اتبعہ اتباع الفصیل اثر امہ " میں ان کے پیچھے اس طرح چلتا تھا جس طرح ناقہ کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے، وہ روزانہ میرے سامنے اپنے اخلاق کا ایک درس پیش کرتے تھے (و یامرنی بالاقتداء بہ) پھر مجھے اپنی اقتداء اور اطاعت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (نہج البلاغہ خطبہ 192)۔

بقیہ صفحہ نمبر 18 پر

باب التفسیر

جبت وطاغوت سے کیا مراد ہے؟ اور لعنت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

از قلم : مفسر قرآن مرجع شیعیان جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (52) أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا (53) أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا (54) فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (55)

ترجمۃ الآیات

"یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے تم اس کا ہرگز کوئی یار و مددگار نہیں پاؤ گے۔ (52) کیا ان کا سلطنت میں کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو تل بھر بھی نہ دیتے۔ (53) یا پھر وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔ (اگر یہ بات ہے) تو ہم نے آلِ ابراہیم (ع) کو کتاب و حکمت عطا کی ہے اور ان کو بہت بڑی سلطنت عطا کی۔ (54) پھر ان میں کچھ تو اس پر ایمان لائے اور کچھ رو گرداں ہو گئے اور (ایسوں کے لئے) دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ (55)

تفسیر الآیات

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ۔ الآیۃ۔

ایسے سیاہ کاروں اور ناہنجاروں پر خدا اگر لعنت نہ کرے تو کیا رحمت برسائے؟

ع۔ سوائے ایں چنیں دوناں بجز دوزخ کجا باشد؟

لعنت کا صحیح مفہوم اور یہ کہ لعنت گالی نہیں ہے۔

عربی زبان میں کسی مکلف کی عصیان کاری اور سیاہ کاری کی وجہ سے رحمت حق سے دوری کی بد دعا کرنے کا نام لعنت ہے۔ جیسا کہ اسکی ضد رحمت ہے جو اللہ کے کسی فرمانبردار و نیکوکار بندے کے حق میں رحمت حق کے نزول کی دعا کرنے کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح خدائے رحیم کی رحمت دنیا و آخرت میں عزت و عظمت کا باعث ہے۔ اسی طرح خدائے قہار کی لعنت دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی اور نکبت و پسپائی کا سبب ہے۔

رحمت کا مستحق عزت کے ساتھ جنت الفردوس میں داخل ہوتا ہے اور لعنت کا مستحق ذلت کیساتھ واصل جہنم ہوتا ہے۔ ارشاد قدرت ہے" وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا " اور جس پر اللہ لعنت کر دے اس کا تم ہرگز کوئی یار و مددگار نہیں پاؤ گے۔ اس

بیان حقیقت ترجمان سے واضح وعیاں ہو جاتا ہے کہ لعنت کوئی سب وشتم یعنی کوئی گالم گلوچ نہیں ہے۔ (جیسا کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں) بلکہ صرف کسی بد کردار اور عصیان کاری کی وجہ سے ایک بد دعا ہے یہ وجہ ہے کہ قرآن وسنت نیکوکاروں کیلئے رحمت کی دعاؤں اور بدکاروں کے لئے بددعاؤں سے چھلک رہے ہیں۔

" إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿الأحزاب 56﴾ " بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ص) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو جس طرح بھیجنے کا حق ہے۔" إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿الأعراف 56﴾ " " بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے۔" قرآن مجید میں جابجا آپ کو یہ فقرے نظر آئیں گے کہ " لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ "

(ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔) " لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ " (جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں) وغیرہ وغیرہ اور کہیں ایسی آیات بھی باصرہ نواز ہونگی " أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ " یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

لعنت کے مستحق پر لعنت کرنا کار ثواب ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح رحمت کے مستحق کیلئے نزول رحمت کی دعا کرنا کار ثواب ہے۔ اسی طرح لعنت کے مستحق پر لعنت یعنی رحمت سے دوری کی بد دعا کرنا بھی کار ثواب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں مختلف گروہوں اور مختلف افراد اور مختلف برے کام کرنے والوں پر لعنت کرنے کی تصریحات موجود ہیں۔ یہاں اس سے زیادہ تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل بے جا اور صرف اندھی تقلید کا نتیجہ ہے کہ " کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر چہ وہ فاسق ہی ہو۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اسکی موت کفر پر ہوئی ہے۔ اسی اصول کی بناء پر یزید (پلید لعنت اللہ) پر لعنت کرنے سے علامہ شامی نے منع کیا ہے"۔ (تفسیر معارف القرآن ج2 ص 437) معلوم ہوتا ہے کہ خواہانِ بنی امیہ نے یہ اصول نظریہ ضرورت کے تحت وضع ہی اس لئے کیا ہے۔ یزید پلید (لعنت اللہ) جیسے فاسقوں و فاجروں کو لعنت ایزدی سے بچایا جائے مگر

ع۔ بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

اس لئے اہل حق بقول فاضل تفتازانی برابر یہ کہتے رہیں گے

" فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه " (شرح عقائد نسفی ص 117)

لطف یہ ہے کہ صاحب معارف القرآن نے اپنی تفسیر کی اسی جلد اور اسی صفحہ پر اور اس سے پہلے صفحہ پر وہ حدیثیں درج کی ہیں جن سے ان کا یہ مزعومہ اصول " هباءً منثوراً " ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہؐ نے سود دینے والے، سود کھانے والے، اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت کی ہے۔ اور وہ سب گناہ میں برابر ہیں (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ) ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا " ملعون من عمل قوم لوط " (رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ) یعنی جو آدمی لوط (علیہ السلام) کی قوم کے جیسا عمل کرے وہ لعنتی ہے" (معارف القرآن ج 2 ص 434) اگر اس اصول کی کوئی حیثیت تھی تو حضرت رسولؐ

خدا نے ان فاسقوں اور خدا و رسولؐ کے نافرمانوں پر ان کے عین حیات میں کیوں لعنت کی ہے۔ اور انکی موت کا کیوں انتظار نہیں فرمایا؟؟ اس بے بنیاد اصول سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے لعنت صرف کافروں پر کرنی چاہیے اور کافر بھی وہ۔ جس کے حالت کفر پر مرنے کا یقین ہو۔ حالانکہ جناب موصوف نے لعنت کے سلسلہ میں جس قدر حدیثیں درج کی ہیں۔ ان سب میں فاسقوں و فاجروں پر لعنت کی گئی ہے اور وہ بھی ان فاسقوں کے عین حیات میں

ع۔ مشکل دست یاران طریقت بعد از یں تدبیر ما؟

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ الآیۃ۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ یہ تو غنیمت ہے کہ یہودیوں کو سلطنت اور اقتدار حاصل نہیں ہے۔ ورنہ یہ وہ خبیث اور ذلیل قوم ہے۔ کہ اگر روئے زمین کے کسی حصہ پر ان کو اقتدار حاصل ہو جائے تو یہ کسی کو تل برابر کچھ نہ دیں۔ جیسا کہ 1948ء سے عالم استعمار و استکبار کی باہمی سازش اور ملی بھگت سے صیہونیوں کی فلسطین میں غاصبانہ حکومت قائم ہوئی ہے۔ تو دنیا اپنی آنکھوں سے قرآن کے اس بیان کی صداقت کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ یہ قوم کس قدر خبیث ہے؟ کس قدر بخیل ہے؟ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دعا ہے کہ خدائے قہار و جبار جلد از جلد اس بے مردی خیز غاصبی حکومت کا بیڑا غرق کرے اور ہمارے قبلہ اول کو انکے پنجہ استبداد سے آزاد کرائے۔ "وما ذالک علی اللہ العزیز"

ع۔ جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔

مخفی نہ رہے کہ آیۃ میں لفظ نقیر وارد ہے اور لغت میں نقیر اس باریک نقطہ کو کہا جاتا ہے۔ جو کھجور کی گٹھلی کے وسط میں ہوتا ہے۔ مراد ذرہ سی چیز ہے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ۔ الآیۃ۔

یہ استفہام اقراری ہے۔ کہ یہودیوں کی اسلام اور بانی اسلام کے خلاف یہ تمام ہاؤ ہو! یہ تمام فتنہ و پیکار محض حسد کی وجہ سے ہے کہ خداوند عالم نے ان کو نظر انداز کر کے حضرت محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ اور ان کے خانوادہ عصمت و طہارت کو اپنے خصوصی فضل و کرم اور شرف نبوت و ولایت سے کیوں نوازا ہے؟؟ اگر ان کے حسد کا یہ سبب ہے اور اسی وجہ سے وہ آتش حسد میں جل رہے ہیں تو پھر جلتے رہیں۔ خداوند کریم نے پہلے جناب ابراہیمؑ اور انکے خاندان کو نبوت، کتاب و حکمت اور عظیم سلطنت سے نوازا تھا۔ جیسا کہ جناب اسماعیلؑ اور جناب داؤد و سلیمانؑ کے حالات سے واضح ہے۔ اور اب بھی اسی خانوادہ کو ان نعمتوں سے نواز رہا ہے۔ کیونکہ حضرت ختمی مرتبتؐ اور ان کی آل طاہرینؑ انہی خلیل خدا کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جن کو خدائے منان نے ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ وہ کون ہیں؟ اسمیں مفسرین نے قدرے اختلاف کیا ہے (1) اس سے مراد صرف حضرت رسول خدا ہیں؟ (2) اس سے آنحضرتؐ اور ان پر ایمان لانے والے صحابہ کرام اہل اسلام ہیں (3) اس سے حضرت رسول خدا اور ان کا خانوادہ عصمت و طہارت مراد ہے۔ اور یہی آخری بات ہماری متعدد حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے۔ جو تفسیر قمی و عیاشی و صافی و اصول کافی، تہذیب الاحکام، معانی الاخبار و بصائر الدرجات اور بحار الانوار وغیرہ جوامع میں موجود ہیں چنانچہ ابو الصباح کنانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا! اباصالح؟ نحن قوم فرض اللہ طاعتنا لنا الانفال ولنا صفو المال و نحن الراسخون فی العلم و نحن المحسودون الذین قال اللہ فی کتابہ ام یحسدون الناس

الآیۃ (تفسیر عیاشی) "اے ابوصالح! ہم وہ قوم ہیں۔ جنکی اطاعت خدانے فرض کی ہے۔ انفال اور برگزیدہ مال ہمارے لئے ہے ہم راسخون فی العلم ہیں اور ہم محسود ہیں۔ جنکے بارے میں خدا فرماتا ہے؟ ام یحسدون الناس۔ الآیۃ۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا! "نحن الناس المحسودون"۔ کہ وہ خدا کے محسود بندے ہم ہیں (اصول کافی) برادران اسلامی کی بعض روایتوں سے بھی اس مطلب کی تائید مزید ہوتی ہے چنانچہ مناقب ابن مغازلی میں حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا نحن الناس واللہ۔ بخدا وہ محسود بندے ہم ہیں اور تفسیر در منثور میں جناب ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نحن الناس دون الناس اس سے مراد ہم ہیں نہ دوسرے لوگ نیز متعدد احادیث اہلبیتؑ میں وارد ہے کہ اس ملک عظیم سے مادی سلطنت اور وہ حکومت مراد نہیں ہے۔ جو تاج وتخت کی محتاج ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے امامت وراہنمائی اور کائنات کی پیشوائی ومقتدائی اور ان ذوات مقدسہ کی اطاعت مطلقہ مراد ہے۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ یہ ایسے آئمہ ہدیٰ ہیں کہ جو ان کا اطاعت گذار ہے وہ خدا کا اطاعت گذار ہے جو ان کا نافرمان ہے وہ خدا کا نافرمان اور عصیاں کار ہے (اصول کافی وعیاشی)۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ۔ الآیۃ۔

منھم میں جمع مذکر غائب کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ اس میں قدرے اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اسکا مرجع یہودی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ خاندان ابراہیمؑ میں سے ہونے والے انبیاء کے زمانہ والے لوگ ہیں۔ اسی طرح "بہ" کی ضمیر واحد مذکر غائب کے مرجع کے متعلق تین آراء ہیں۔

(1) اس کا مرجع خلیل خدا ہیں۔ (2) حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (3) کتاب مرجع ہے۔ قول معصومؑ کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کوئی یقین وازعان کے ساتھ تو کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر جناب شیخ جواد مغنیہ کی بات وزنی معلوم ہوتی ہے کہ منھم کی ضمیر کا مرجع صاحب کتاب وحکمت نبی کے عہد کے لوگ ہیں اور بہ کا مرجع خود وہ نبی ہے۔ کہ ہمیشہ ہر نبی کے دور میں ایمان لانے والے لوگ بھی رہے ہیں اور انکار کرنے والے بھی۔ اور کسی منکر کے انکار سے کسی نبی کو نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ "فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ"۔ (الحدید 26)۔

بنابریں اگر حضرت خاتم الانبیاءؐ کے دور کے کچھ یہود وہ خود بات پر ایمان نہ لائیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اور اسمیں کونسی تعجب والی اور انوکھی بات ہے؟ جو حق وحقیقت سے منہ موڑ لیتے تو آخرت میں دوزخ کی آتش سوزاں انکی سزا اور انہیں جلانے کیلئے کافی ہے۔ (تفسیر کاشف وفصل الخطاب)

باب الحدیث

نرم روی کی فضیلت کا تذکرہ

از قلم: مفسر قرآن مرجع شیعیان جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

☆ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ہر چیز کا ایک تالا ہوتا ہے۔ اور ایمان کا تالا نرم روی ہے۔ (اصول کافی)

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا خداوند عالم رفیق (مہربان) ہے اور رفق و مدارات کو دوست رکھتا ہے۔ (اصول کافی)

☆ حضرت پیغمبر اسلام سے مروی ہے فرمایا رفق اور نرم روی میں ایمان و برکت ہے اور تند روی میں نحوست ہے۔ (ایضاً)

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں سے مدارات کرنا نصف ایمان ہے اور لوگوں سے نرمی کرنا نصف زندگی ہے۔ (ایضاً)

☆ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پیغمبر اسلام سے روایت کرتے ہیں کہ رفق و نرم روی جس چیز پر رکھی جائے وہ اسے زینت بخشتی ہے اور درشتی و سختی جس چیز پر رکھی جائے وہ اسے عیب دار بناتی ہے۔ (ایضاً)

☆ حضرت رسول خداؐ سے منقول ہے فرمایا اگر رفق و مدارا کوئی مخلوق ہوتی تو ساری مخلوقات سے زیادہ خوبصورت ہوتی۔ (اصول کافی)

☆ نیز آنحضرتؐ سے مروی ہے فرمایا جب بھی دو آدمی آپس میں میل جول کرتے ہیں تو ان میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ اجر و ثواب کا مستحق وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ زیادہ رفق و مدارا کرتا ہے۔ (ایضاً)

حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

سوال نمبر 1: جب حضرت قائمؑ ظہور فرمائیں گے تو حضرت عیسیٰ بھی دوبارہ تشریف لائیں گے۔ تو اس وقت حضرت عیسیٰ کی حیثیت کی ہوگی۔ امتی بن کر آئیں گے یا نبی؟

الجواب باسمہ سبحانہ: بحیثیت نبی ہمارے نبیؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ عالم اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ جس کے اندر امتِ مسلمہ کے تہتر فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ پیغمبر اسلام اس معنی میں خاتم الانبیاء والمرسلینؐ ہیں کہ ان کے بعد آفتاب قیامت کے طلوع ہونے تک بحیثیت نبی ہونے کے یا بحیثیت رسول ہونے کے کوئی آدمی نہیں آسکتا۔ لہذا سنیوں، شیعوں کا نظریہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آئیں گے تو سابقہ نبیوں کی نیابت کرتے ہوئے حضرت امام مہدیؑ کی نصرت کرنے کیلئے آئیں گے۔ ان کی امامت پر مہر تصدیق لگانے کیلئے آئیں گے اور ان کے پیچھے نماز ادا کر کے انکی امامت پر مہر تصدیق لگائیں گے۔

دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگاہ زلزلہ عالمِ افکار

سوال نمبر 2: ایک چیز کی نقد قیمت 25000 ہزار روپے ہے اس کو کچھ مدت کیلئے ادھار 35000 ہزار میں فروخت کر دیا جائے اور خریدنے والا بھی راضی ہو تو کیا یہ سود کے زمرے میں آتا ہے یا جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: نقد اور ادھار کی قیمت میں تھوڑا سا فرق شریعت میں جائز ہے اور اتنے فرق کو سود تو نہیں کہتے۔ مگر جو سوال میں بیان ہوا ہے یہ سود کا بھائی 'استحصال' کہلاتا ہے یعنی دوسرے مسلمان کی کھال اتارنا، کہ مسلمان کی ضرورت کا ناجائز فائدہ اٹھانا یہ جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر 3: اسٹیٹ لائف یا دوسری انشورنس کمپنیوں کا بیمہ کروانا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ جائز ہے۔ تفصیل کے لیے قوانین الشریعہ جلد نمبر 2 جدید مسائل میں اسکی میں نے وضاحت کر کے اس کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

سوال نمبر 4: زوال کا وقت کب ہوتا ہے اور نماز جمعہ کا آخری وقت کیا ہے اسکی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ایک ہوتا ہے زوال عرفی کہ عرفِ عام یعنی عام لوگ یہ کہیں کہ سورج ڈھل گیا ہے اور وہ سردیوں میں بارہ بجے تقریباً ہو جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ 12:15 بجے تک۔ اور گرمیوں میں 12:30 بجے زوال عرفی ہو جاتا ہے۔ جب عرفِ عام والے کہہ دیں کہ سورج ڈھل گیا ہے تو پھر ایک منٹ بھی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ جو کچھ ارشادات معصومینؑ سے ظاہر

ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عام ایام میں جو نماز ظہر کی فضیلت کا وقت ہے وہ بروز جمعہ نماز عصر کا وقت ہے اور نماز ظہر کی فضیلت کا وقت بنابر مشہور کسی چیز کے سایہ کے اسکے برابر ہونے تک رہتا ہے بناء برایں نماز جمعہ کو اس حد کے اندر اندر پڑھنا چاہیے۔ اگر یہ وقت گزر جائے تو پھر جمعہ کی بجائے نماز ظہر پڑھنی چاہیے۔

(تفصیلات کیلئے قوانین الشریعہ جلد نمبر 1) کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوال نمبر 5: غیر مسلموں کے ساتھ کھانا کھانے اور لین دین کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: کافر، کتے اور خنزیر کی طرح نجس العین ہے لہٰذا اس کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر 6: سٹیج پر کچھ لوگ ایک غلط طریقے سے ایک مہم چلا رہے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے مومن اور حضرت علیؑ ہیں امیر المومنینؑ اس مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ:

الفاظ کے پیچوں میں نہیں الجھتے دانا
غواص کو موتی کی طلب ہے نہ صدف کی

ہم مومن ہیں کہ اللہ کو اللہ، اللہ کو عادل اور نبیؐ کو نبیؐ اور بارہ اماموں کو برحق امام مانتے ہیں اور قیامت پر یقین وایمان رکھتے ہیں اور پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وخمس وغیرہ عبادات ادا کرتے ہیں اور تمام اعمال قبیح سے بچتے ہیں۔ کیا خدا بھی انہی معنوں میں مومن ہے؟۔ کہ وہ بھی یہ اعمال سرانجام دیتا ہے؟ نہیں بلکہ ہمارے مومن ہونے یعنی ایمان کا مصدر ہے ایمان اور خدا کے ایمان کا مصدر ہے "امن" اللہ مومن ہے کائنات کو امان دینے والا۔ اقبال کہتا ہے۔

نہ جہاں میں مجھ کو اماں ملی   جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو   تیرے عفو بندہ نواز سے

ہم مومن ہیں ایمان لانے والے اور اللہ مومن ہے کائنات کو امان دینے والا

آپ اپنی اداؤں پہ ذرا غور تو کریں
ہم جو عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سوال نمبر 7: اگر کوئی بندہ ایک مجتہد کی تقلید کرتا ہو اور کچھ مسائل میں مجتہد سے اختلاف رکھتا ہو تو کیا وہ شخص مکمل یا بعض مسائل میں کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کر سکتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: پہلے تو یہ چیز ماوراء ہے کہ عوام میں سے ایک بندہ ایک مجتہد سے اختلاف کرے جیسے کہ ایک پرائمری سکول کا بچہ ایک ایم اے والے سے اختلاف کرے، اگر ایم اے والے سے اختلاف کرے تو ایم اے والا کرے۔ میں نے قوانین الشریعہ کی جلد 1 کے مقدمہ میں یہ واضح کر دیا ہے کہ عوام بعض مسائل میں ایک مجتہد کی اور بعض مسائل میں دوسرے مجتہد کی تقلید کر سکتے ہیں یہ جائز ہے اور ایسا کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

سوال نمبر 8: داڑھی کے وجوب پر کیا دلیل ہے، داڑھی کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: داڑھی واجب بھی ہے، داڑھی حرام بھی ہے، داڑھی سنت بھی ہے، اور داڑھی مکروہ بھی ہے۔ یہ داڑھی کی حیثیتوں کی بناء پر ہے۔ (1) واجب کی مقدار جس داڑھی کو عام آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور کہنا والا کہے کہ منہ پر داڑھی ہے۔ (2) استرہ سے داڑھی منڈوانا کہ چہرہ پر ایک بال بھی نظر

نہ آئے تو یہ فعل حرام ہے۔ (3) ایک بالشت داڑھی رکھنا سنت ہے۔ (4) اگر ایک بالشت سے زیادہ ہو اور ناف سے باتیں کرنے لگ جائے تو یہ مکروہ ہے (5) فیشنی داڑھی، فرنچ کٹ ہے یہ فرانس والوں کی ایجاد ہے یہ اسلامی داڑھی نہیں ہے۔

بقیہ باب العقائد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ شب و روز میں فرائض ونوافل کی کل کتنی رکعتیں ہیں؟ امامؑ نے فرمایا اکیاون (51) رکعات۔ اس نے کہا اگر میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں اور پڑھوں تو کیا خدا مجھے عذاب کریگا؟ امامؑ نے فرمایا نماز پڑھنے پر تو عذاب نہیں کریگا البتہ سنت کی مخالفت کرنے (اور خلاف سنت کو سنت سمجھ کر انجام دینے) پر ضرور عذاب کریگا (وسائل الشیعہ)۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا

حسن الخلق نصف الدین

اچھا اخلاق آدھا دین ہے۔

کنزالعمال

بقیہ حضرت علیؑ مطیع رسولؐ

2۔ غار حرا میں پیغمبرؐ کی اتباع اور ہمراہی:

حضرت محمد مبعوث بہ رسالت ہونے کے پہلے سال میں ایک مہینہ غار حرا میں عبادت بجالاتے تھے، ایک ماہ مکمل ہونے کے بعد آپ گھر تشریف لے جانے سے پہلے مسجد الحرام میں سات مرتبہ یا جتنا خدا چاہتا، خانہ خدا کا طواف بجالاتے تھے۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج 1 ص 252)۔

مختلف شواہد اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کی حضرت علیؑ سے ایک خاص قسم کی وابستگی اور توجہ کے نتیجے میں اس ایک ماہ کی مدت میں بھی حضرت علیؑ، پیغمبرؐ کی اقتداء و اطاعت میں ان کے ہمراہ رہتے تھے۔ جب جبرائیلؑ امین پہلی دفعہ غار حرا میں پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئے اور آپ کو مبعوث بہ رسالت ہونے کی خوشخبری دی تو حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ کے جوار میں موجود تھے اور یہ دن اسی مہینے کا ایک روز تھا جس میں آپ غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ کے خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ اپنی اس ہمراہی اور اتباع کو ذکر کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

جاری ہے۔۔۔۔۔بقیہ آئندہ

اسلام پر سیاست و فلسفہ و تصوف کے اثرات اور

اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال

قسط نمبر 9

مولانا سید محمد حسین زیدی برستی رحمۃ اللہ علیہ

پرویز صاحب کی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حیثیتوں کے بارے میں حقیقت بیانی

پرویز صاحب نے پیغمبر اکرمؐ کی حیثیت کو بجا طور پر بالکل صحیح اور درست سمجھا ہے وہ اپنی کتاب "مقام حدیث" میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حیثیتیں تھیں

نمبر 1 پیغمبری: یعنی پیغامات الٰہی کو لوگوں کے پاس کم وکاست پہنچا دینا اس حیثیت سے آپؐ کی تصدیق کرنا اور آپؐ کے اوپر ایمان لانا فرض کیا گیا پیغمبری آپؐ کی ذات پر ختم ہوگی۔

نمبر 2 امامت: یعنی امت کا انتظام، اس کو قرآن کے مطابق چلانا اس کی شیرازہ بندی ان کے باہمی قضایا کے فیصلے، تدبیر مہمات اور جنگ وصلح جیسے اجتماعی امور پر ان کی قیادت اور قائم مقامی وغیرہ۔

اس حیثیت سے آپؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم کی گئی۔ یہ امامت کبریٰ جو آپ کی ذات سے بنی نوع انسان کی صلاح وفلاح کیلئے قائم ہوئی ہے قیامت تک مستمر ہے جو آپؐ کے زندہ جانشینوں کے ذریعہ سے ہمیشہ رہنی چاہیے۔ قرآن میں اطاعت رسولؐ کے جو احکام ہیں آپؐ کی ذات اور زندگی تک محدود نہیں ہیں بلکہ منصب امامت کیلئے ہیں جس میں آپؐ کے آنے والے تمام خلفاء داخل ہیں۔ ان کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت میں موجود تھے ان کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت تھی (اور یہ امت ہمیشہ آپؐ ہی کی امت رہے گی کیونکہ آپؐ کے اوپر ایمان لائی ہے) اور آپؐ کے بعد آپؐ کے زندہ جانشینوں کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہوگی۔ مقام حدیث صفحہ 83

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جن دو حیثیتوں کے بارے میں پرویز صاحب نے لکھا ہے اس کی قرآن تصدیق کرتا ہے کہ آپؐ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ امام بھی تھے اور ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب اور کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت تک اب آپ ہی کی رسالت ہے۔ جب تک آپ زندہ تھے امت کو ہدایت کرتے رہے آپ کے بعد ہدایت کا فریضہ آپ کے جانشینوں کے ذمہ ہے جو آپ کے منصب امامت میں آپ کے جانشین ہوں گے اور امام کی حیثیت سے ہدایت خلق کا فریضہ ادا کریں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دونوں حیثیتیں آنحضرتؐ کی ایک حدیث سے بھی ثابت ہے۔ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں

اپنے جد ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور قرآن اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت میں خصوصیت کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں رسالت اور امامت دونوں مناصب کیلئے دعا کی تھی، رسالت کے بارے میں تو اس وقت دعا کی تھی جب آپ خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے اس وقت کا تعین قرآن نے

"وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ (البقرہ آیت 127)" کے ساتھ کیا ہے یعنی جب ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے اس وقت اپنی ذریت میں اسماعیل کی نسل سے ایک رسول مبعوث کرنے کی بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی اور امامت کیلئے اس وقت دعا کی تھی جب خدا نے آپ کو منصب امامت پر سرفراز کیا اور آپ کو امام بنایا جیسا کہ ارشاد ہوا "وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (البقرہ آیت 124)" اور اس وقت یاد کرو جب ابراہیم کے رب نے انکا چند باتوں میں امتحان لیا اور وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا بارالہا میری ذریت میں بھی امام بنانا۔ ارشاد خداوندی ہوا (اے ابراہیمؑ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ضرور تیری اولاد میں بھی امام بناؤں گا) لیکن میرے اس عہدہ سے ظالم لوگ بہرہ ور نہ ہوں گے (اور تیری اولاد میں صرف معصوم ہی امام ہوں گے) اور قرآن نے جس امتحان کو کھلی آزمائش قرار دیا ہے وہ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا امتحان تھا جیسا کہ ارشاد ہوا۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿الصافات: 106﴾

بیشک اسماعیلؑ کی قربانی دینے کا امتحان ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی۔ لہذا نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ منصب امامت بھی اولاد اسحقؑ اور اولاد اسماعیلؑ دونوں کو ملا اولاد اسحاق کیلئے فرمایا" وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (72، 73) "ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عنایت فرمایا اور ان سب کو نیک بخت قرار دیا اور ہم نے ان سب کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض علماء اور دانشوروں نے خلافت اور امامت کو خلط ملط اور گڈمڈ کر دیا ہے حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے ہم نے اس سلسلے میں سابقہ اوراق میں بھی اشارہ کیا ہے اور علیحدہ علیحدہ طور پر ہم نے خلافت کے بارے میں اپنی کتاب "خلافت قرآن کی نظر میں" میں بھی مفصل بحث کی ہے اور امامت کے بارے میں اپنی کتاب "امامت قرآن کی نظر میں" مفصل بحث کی ہے لہذا تفصیل کیلئے تو ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں یہاں پر مختصر طور پر عرض ہے کہ خلیفہ تو خلف سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے آنے والا۔ خواہ وہ کسی مرنے کے بعد اس کی جگہ لے۔ خواہ کسی کے عذاب سے ہلاک ہونے کے بعد اس کی جگہ لے، یا وہ کسی کے بدل جانے کے بعد اس کا قائم مقام بنے اسلئے خلیفہ یا خلف سے قرآن کریم میں جتنے مشتقات آئے ہیں ان سب میں "الارض" کا لاحقہ ہے یعنی "فی الارض"

خلیفۃ" -"خلیفۃ فی الارض" - "خلائف فی الارض" - "خلفائی الارض" وغیرہ حتیٰ کہ کسی کافر کے مرنے کے بعد اگر کوئی کافر اس کا وارث اور جانشین بنے تو قرآن کی نظر میں وہ اس مرنے والا کا خلیفہ ہے اس اسی سے غلطی کھا کر مولانا مودودی نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں یہ لکھ دیا ہے کہ ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے دراصل وہاں خدا کی خلافت ہوتی ہے۔(خلافت وملوکیت ص 34)

اس نظریہ میں "خدا" کا لفظ مودودی صاحب نے خود اپنی طرف سے بڑھایا ہے ورنہ انھوں نے قرآن کریم کی جتنی آیات پیش کی ہیں ان میں خدا کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ نوح کی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد قوم ہود ان کی جانشین بنی۔ قوم ہود کے ہلاک ہونے کے بعد قوم صالح ان کی جانشین بنی قوم صالح کے ہلاک ہونے کے بعد قوم شعیب ان کی جانشین بنی۔

جہاں تک امامت کا تعلق ہے ہم نے سابق میں بیان کیا ہے یہاں پر پھر دہراتے ہیں کہ سالم قرآن میں امامت کے ساتھ الارض کا لاحقہ نہیں ہے بلکہ انسان کا لاحقہ ہے" إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا " اے ابراہیمؑ میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں، تو امام انسانوں کا ہوتا ہے اور کام اس کا قرآن نے بتلایا ہے کہ" وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴿الانبیاء:73﴾ "ہم نے ان کو امام بنایا ہے وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے۔

اور پیغمبر اکرم کیلئے خدا نے فرمایا "إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿الرعد:7﴾ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم ایک ڈرانے والے ہو (عذاب آخرت سے) اور ہر قوم کے ہادی۔ایک اور دوسری آیت میں فرمایا:

"وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿الشوریٰ:52﴾ "بیشک تم ضرور ضرور صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو ہدایت کرتے ہو۔وغیرہ آیات اور پیغمبری کے بارے میں فرمایا کہ" وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿النور:54﴾ "پیغمبر اکرم صلعم پر رسول کی حیثیت سے صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے

پس غلام احمد پرویز صاحب کا اپنی کتاب "مقام حدیث" میں یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دو حیثیتیں تھیں۔ایک پیغمبری اور دوسری امامت، پیغمبری ختم ہوگی لیکن امامت جاری ہے اور آپ کے بعد بھی امام ہوں گے جو آپ کے نائب کی حیثیت سے کار ہدایت انجام دیں گے اور خداوند تعالیٰ نے سورۃ السجدہ میں اس امر کی طرف واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ" وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿السجدہ:23،24﴾

"یعنی اے رسول ہم نے موسیٰ کو بھی آسمانی کتاب (توریت) عطا کی تھی تو تم بھی اس (کتاب قرآن) کے (منجانب اللہ) ملنے سے شک میں رہو، اور ہم نے اس توریت کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت قرار دیا تھا (اس طرح قرآن کو تمہاری امت کیلئے ہدایت قرار دیا ہے) اور چونکہ بنی اسرائیل نے مصیبتوں پر صبر کیا تھا لہذا ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کا امام و پیشوا بنایا تھا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا دل سے یقین رکھتے تھے (اسی طرح ہم تیری امت میں بھی امام

وپیشوا بنائیں گے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کیا کریں گے)

اس آیت کی تفسیر میں اہلسنت کے معروف مفسر علامہ زمخشری نے اپنی کتاب تفسیر کشاف میں اس طرح سے لکھا ہے

" وكذلك لنجعلن الكتاب المنزل إليك هدى ونوراً ، ولنجعلن من أمتك أئمة يهدون مثل تلك الهداية " (تفسیر کشاف علامہ زمخشری زیر تفسیر آیت)

یعنی اس طرح سے ہم تمہاری کتاب قرآن کو ضرور ضرور از سرتاپا ہدایت اور نور بنائیں گے (اور جس طرح بنی اسرائیل میں امام بنائے تھے) اسی طرح سے تمہاری امت میں بھی ضرور ضرور ایسے ہی امام بنائیں گے جو اسی طرح سے ہدایت کریں گے جس طرح سے بنی اسرائیل میں ہونے والے امام ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔

یقیناً علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس آیت کا صحیح صحیح مطلب اور مفہوم یہی ہے اور اس میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ پیغمبر کے بعد اس امت میں بھی امام مقرر کرے گا۔ جو لوگوں کو اس کے حکم سے ہدایت کیا کریں گے۔ اور یہ ایک طرح کی خدا کی طرف سے پیغمبر کے بعد آنے والے آئمہ ھدیٰ کی بشارت ہے اس کے علاوہ "وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿الفرقان:74﴾"

"اور وہ (ہمارے خاص بندے) یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری ازواج کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہم کو متقین کا امام بنادے۔"

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے واضح الفاظ میں یہ کہا ہے کہ امت محمد صلعم میں ایک مخلص بندہ ایسا ہے جس نے خود اپنے لئے اور اپنی ذریت کیلئے بارگاہ خداوندی میں متقین کا امام بنانے کی دعا کی ہے اور خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے مخلص بندوں کی جتنی دعاؤں کا ذکر کیا ہے ان کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس بات کا اعلان کر دیا جائے کہ ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا ہے اور یہ ایک انداز ہے خدا کے بیان کرنے کا جس میں اس نے اپنے ایک مخلص بندے کی دعا کا ذکر کر کے یہ بیان کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلعم کے بعد بھی امام ہوگا بلکہ ساری ذریت میں سے بھی امام ہوں گے اور اپنی ذریت کے لئے دعا کرنا ان کو اپنے جد ابراہیمؑ سے ورثہ میں ملا ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے "قال ومن ذریتی" کے ذریعہ دعا کر کے انہیں یہ سبق دیا ہے۔

سورہ السجدہ کی مذکورہ آیت اور سورہ الفرقان کی مذکورہ آیت ہم ایک اور عنوان کے تحت سابق میں بھی بیان کر آئے ہیں لیکن یہ امام لوگوں کے بنائے ہوئے امام نہ ہوں گے یہ امام قہر و غلبہ سے برسر اقتدار آنے والے امام نہ ہوں گے یہ امام جمہوریت کی پیداوار بھی نہ ہوں گے بلکہ یہ امام خدا کے برگزیدہ اختیار کردہ مصطفیٰ اور مجتبیٰ بندے ہوں گے، خدا نے جس طرح انبیاء و رسل کو مصطفیٰ اور مجتبیٰ بنایا ہے اور خدا نے پیغمبر کے بعد آنے والی ہستیوں کے بارے میں بھی یہ کہا ہے کہ "ھو اجتباکم" اس نے انہیں مجتبیٰ بنایا ہے۔ اور ان ہستیوں کے بارے میں خدا نے یہ کہا ہے کہ یہ ہستیاں قیامت کے دن لوگوں پر گواہ ہوں گی اور رسول خدا انکے بارے میں گواہی دیں گے تو رسول خدا تو ان کے بارے میں گواہی دیں گے کہ میں نے خدا کے حکم سے ان کی امامت کا اعلان کر دیا تھا اور انکے بارے اپنی امت کو یہ بتا دیا

تھا کہ میرے بعد یہ امام ہوں گے اور وہ بارہ ہوں گے اور
وہ امام لوگوں پر اس بات کے گواہ ہوں گے کہ وہ جب تک ان
کے درمیان رہے لوگوں کو خدا کے حکم کے مطابق ہدایت کرتے
رہے تا کہ خدا کی ان پر یہ حجت تمام ہو کہ اس نے اپنے بندوں کو
بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑا تھا۔

پس پرویز صاحب کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ یہ
امامت کبریٰ جو آپ کی ذات سے بنی نوع انسان کی صلاح و
فلاح کیلئے قائم ہوئی ہے قیامت تک مستمر ہے جو آپ کے زندہ
جانشینوں کے ذریعہ سے ہمیشہ رہنی چاہیے۔ (مقام حدیث ص
83)۔

اور یہ بات بھی ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں کہ خدا کسی کو
مجتبیٰ نہیں بناتا جب تک اسے مصطفیٰ نہ بنایا ہو یعنی وہ پہلے سے
مصطفیٰ نہ بنایا ہو یعنی وہ پہلے سے مصطفیٰ ہوتا ہے پھر خدا اسے مجتبیٰ
بناتا ہے۔ خدا نے واضح الفاظ میں قرآن کریم میں یہ بیان کر دیا
ہے کہ " ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ
عِبَادِنَا (فاطر:32)" یعنی پھر پیغمبر کے بعد ہم نے اس کتا
ب کا وارث اپنے بندوں میں سے انکو بنایا ہے جس کو ہم نے
مصطفیٰ بنایا تھا پس یہ وارثان قرآن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی طرح مصطفیٰ بھی ہیں اور مجتبیٰ بھی ہیں ان کی امامت کا موسیٰ
" کے بیان میں ذکر کیا اور سورہ فرقان میں دعا کی قبولیت کے
عنوان سے ان کی امامت کا اعلان کیا پس یہ منصوص من اللہ بھی
ہیں، معصوم من الخطاء بھی ہیں جس پر " ویطہرکم تطہیرا " کی صفت کا
مزید اضافہ ہے۔ یہ خدا کے مصطفیٰ بندے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ
بندے ہیں اور انہی کی شان میں پیغمبر صلعم نے یہ فرمایا تھا کہ "
ومن مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ
الجاھلیۃ " (مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 96)
"جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ
جاہلیت کی موت مرا"

پرویز صاحب نے اپنی کتاب "مقام حدیث" میں اس
حدیث کے مقابلہ میں "لا اسلام الا بجماعۃ" کے ثبوت میں ایک
وضع اور گھڑی ہوئی حدیث کو جس میں جماعت سے علیحدہ
ہونیوالے کو جاہلیت کی موت مرنا بیان کیا گیا ہے بڑے طمطراق
کے ساتھ پیش کیا ہے حالانکہ جماعت تو غیر اسلامی بھی ہو سکتی ہے
مگر چونکہ انھوں نے اپنی کتاب "مقام حدیث" میں احادیث کی
بے اعتباری پر بہت زور دیا ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ وہ اس حدیث
کو بھی بے اعتبار قرار دیں۔ لیکن یہ حدیث قرآن مجید کی مذکورہ
آیات کے عین مطابق ہے کیونکہ خدا کسی کو مجتبیٰ نہیں بناتا سوائے
ہادیوں کے اور یہ بات واضح ہے کہ جو شخص اس ہستی کی معرفت
نہ رکھتا ہوگا جو خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت پر مامور ہے تو وہ
حتماً جاہلیت کی موت ہی مرے گا، یعنی کوئی اس حدیث کو مانے
یہ نہ مانے اس کو سمجھ جانے یا سمجھ نہ جانے یہ بات حتمی ہے کہ جو شخص
ہادی خلق اور امام برحق کی معرفت نہ رکھتا ہوگا اور اس سے دور دور
رہے گا تو وہ ہدایت سے محروم ہی رہے گا اور جاہلیت کی موت ہی
مرے گا علاوہ ازیں پرویز صاحب نے اسوۂ پیغمبر کے بعد
امامت کے قائم رہنے کو تو بجا طور پر درست لکھا ہے لیکن پیغمبر کی
جانشینی کے ضمن میں جن بزرگ اصحاب کا نام گنوایا ہے نہ تو وہ
مصطفیٰ تھے نہ ہی وہ مجتبیٰ تھے نہ ہی وہ "ویطہرکم تطہیرا" کی مراد افراد
میں شامل تھے نہ خود انہوں نے ان باتوں کا دعویٰ کیا اور نہ ہی کسی
نے انہیں مصطفیٰ و مجتبیٰ اور ویطہرکم تطہیرا کی مراد افراد میں شامل
مانا۔ اور خدا اپنے مصطفیٰ بندوں اور مجتبیٰ بندوں اور طاہر و معصوم

بندوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ہادی نہیں بنا سکتا۔ پس جنہوں نے خدا کے ان مصطفیٰ بندوں۔ مجتبیٰ بندوں اور یطہرکم تطہیرا کے مصداق بندوں اور خدا کے حکم سے ہدایت کیلئے معمور اور پیغمبر کے ذریعے مقررہ کردہ اماموں سے رخ موڑا وہ بھٹکے بغیر نہ رہ سکے اور پیغمبر کے بعد سیاسی انقلاب نے تو سب کو ہی پٹری سے ہی اتار دیا چنانچہ مودودی صاحب نے یہ تک کہہ دیا کہ: "ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے دراصل وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے"

مودودی صاحب نے پیغمبر اکرم صلعم کے بعد برسر اقتدار آنے والوں کی حمایت میں جو کچھ کہا ہے اس سے نہ صرف یزید خدا کا خلیفہ ہے بلکہ جواہر لعل نہرو، اٹل بہاری واجپائی، شیرون، پولن وبش وغیرہ بھی خدا کے خلیفہ ہیں۔

سیاست کی بنیاد پر مسلمانوں میں سب سے پہلا تفرقہ

ہم نے اب تک قرآن مجید سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پیغمبر کے بعد امامت جاری ہے جو انبیاء و رسول اور ہادیان دین کی طرح ہی خدا کے برگزیدہ بندے تھے خدا کے مصطفیٰ بندے تھے اور خدا کے مجتبیٰ بندے تھے اور خدا کے بندوں پر انبیاء و رسل کی طرح ہی حجت تھے۔ کیونکہ خدا نے انہیں اپنے بندوں کی ہدایت کے مقرر فرمایا تھا تاکہ اس کے بندے قیامت کے دن خدا کے خلاف کوئی حجت نہ کر سکیں کہ تو نے ہماری ہدایت کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا خدا نے اپنے ان مصطفیٰ بندوں کو وارث قرآن بنایا تھا اور کار ہدایت انجام دینے کیلئے ان کا اجتبیٰ کیا تھا جس پر "هُوَ اجْتَبَاكُمْ" واضح گواہ اور بین دلیل ہے اور خدا نے حصول ہدایت کی خاطر انہیں کی اطاعت کو اپنے بندوں پر فرض اور واجب قرار دیا ہے۔

لیکن چونکہ پیغمبر اکرم صلعم کو مدینے آنے کے بعد اقتدار ظاہری بھی حاصل ہو گیا تھا لہٰذا اس کی وجہ سے بہت سے اصحاب اس کوشش میں لگ گئے کہ کسی طرح یہ دنیاوی اقتدار ان کے حصے میں آئے۔ اور قرآن واضح الفاظ میں یہ گواہی دیتا ہے کہ بعض اصحاب دنیا کے طلبگار تھے چنانچہ خدا نے قرآن میں پیغمبرؐ کے بعض اصحاب کی جنگ بدر میں دلی کیفیت کی یہ ترجمانی کی ہے کہ: "تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ﴿الانفال: 67﴾ "تم لوگ دنیا کی پونجی چاہتے ہو اور خدا آخرت چاہتا ہے"

اور جنگ احد میں بعض اصحاب کی دلی کیفیت کی یہ کہہ کر ترجمانی کی ہے کہ "مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ﴿آلِ عمران: 152﴾ "تم میں سے کچھ تو دنیا کے طلبگار ہیں اور کچھ آخرت کے یہ دنیا کے طلبگار اصحاب پیغمبر اکثر بات بات پر پیغمبر پر اعتراض کرتے تھے۔ اور ہر کام میں آنحضرت کی مخالفت پر تلے رہتے تھے اور "قالو سمعنا و اطعنا" سے بہت دور تھے شبلی نے اپنی کتاب الفاروق میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ "کتب سیر اور احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہو گا کہ بہت سے ایسے مواقع پیش آئے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی" (الفاروق شبلی ص 536، دوسرا مدنی ایڈیشن 1970)

لیکن مولانا شبلی نے قیدیان بدر اور صلح حدیبیہ وغیرہ کا ذکر کر کے یہ کہا ہے کہ "حضرت عمر ان باتوں کو منصب نبوت سے

الگ سمجھتے تھے ورنہ اگر باوجود اس امر کے علم کے وہ وہ باتیں
منصب رسالت سے تعلق رکھتی تھیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ
ماننا تو درکنار ہم ان کو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے اسی
فرق مراتب کے اصول پر بہت سی باتوں میں جو مذہب سے
تعلق نہیں رکھتی تھیں اپنی رایوں پر عمل کیا" (الفاروق شبلی ص
537، دوسرا مدنی ایڈیشن 1970)

شبلی صاحب نے اپنے اس فیصلہ میں، سمجھنے کی بات کی
ہے کہ وہ ان باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے حقیقت
کی بات نہیں ہے کہ حقیقتاً اور واقعتاً یہ باتیں منصب رسالت سے
تعلق رکھتی تھیں یا نہیں، چونکہ وہ سمجھنے کی بات کر کے لوگوں کو
اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ قیدیوں سے فدیہ لینے حکم خود
سورہ محمد میں آیا ہے جو اس طرح ہے" فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا
الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ
أَوْزَارَهَا (محمد: 4)" پس جب تمہاری کافروں سے مڈبھیڑ
ہو تو انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں زخموں سے چور کر
ڈالو انکی مشکیں کس لو پھر یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر رہا
کر دو یہاں تک کہ دشمن ہتھیار ڈال دے۔

خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں قیدیوں کو دو طرح سے
رہا کرنے کا حکم دیا تھا یا تو احسان رکھ کر رہا کر دیا جائے یا فدیہ
کے پس پیغمبرؐ نے قیدیان بدر کے ساتھ جو سلوک کیا وہ خدا کے
حکم سے، منصب رسالت کے مطابق تھا اور قیدیوں کو قتل کرنا تو
آج کی مہذب دنیا میں بھی جرم سمجھا جاسکتا ہے معلوم نہیں حضرت
عمر کی حکومت کے طرفدار قیدیوں کو قتل کرنے کی رائے کو کس طرح
سے ان کی تعریف شمار کرتے ہیں۔

اور صلح حدیبیہ میں جس میں حضرت عمر نے بڑی شدت
کے ساتھ مخالفت کی تھی اور آنحضرتؐ کی رسالت پر شک کر بیٹھے
تھے خدا نے سورہ الفتح کی پہلی ہی آیت میں اس صلح کو فتح مبین
قرار دیا اور اس سورہ کی آیت نمبر 25 میں اس صلح کی مصلحت کو
بھی خدا نے واضح کر دیا، لہٰذا صلح حدیبیہ بھی پیغمبرؐ نے منصب
رسالت کی حیثیت سے کی تھی اور شبلی صاحب بھی اس حقیقت کو سمجھتے
تھے لہٰذا انھوں نے سمجھنے کی بات کی کہ حضرت عمر اس کو منصب
رسالت کی حیثیت سے نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ پیغمبرؐ کے جس کو خدا
یہ کہے کہ یہ کام میں نے اس مصلحت سے نہیں کیا اس کے منصب
رسالت سے ہونے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے حضرت عمر کے
طرفدار چاہے جو کچھ کہتے رہیں یہ سمجھنے کی بات نہیں ہے بلکہ اپنے
سیاسی پروگرام کی تکمیل کیلئے جس طرزِ عمل کی ضرورت سمجھتے تھے
اس کے مطابق سیاسی پیش بینی کے طور پر ایسے کام کرتے تھے۔

اگر ہم وہ تمام باتیں لکھیں جو سیاسی پیش بینی کے طور پر
اکثر کی جاتی رہی ہیں تو ان کے طرفدار کہیں گے توبہ توبہ، معاذ اللہ،
استغفر اللہ اصحاب رسول تو ایسا کر ہی نہیں سکتے لہٰذا ان تمام باتوں
کے لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن وہ برسر اقتدار آنے اور
تاریخوں میں انکے برسر اقتدار آنے کا حال تفصیل کے ساتھ لکھا
ہوا ہے اور پیغمبر اکرم صلعم کی وفات کے بعد انہوں نے جس
طرح حصول اقتدار کیلئے سرگرمی دکھائی اس کا کچھ حال ہم نے بھی
اپنی کتاب "حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں" میں بیان کیا ہے
یہاں پر نمونہ کے طور پر علامہ شبلی صاحب کی کتاب "الفاروق" سے
جو ایک طرح سے علامہ شبلی کا حضرت عمر کی شان میں لکھا ہوا قصیدہ
اور انکی ہر غلط اور نامناسب بات کا دفاع کرنے والی کتاب ہے،
صرف ایک اقتباس ان کے عنوان "سقیفہ بنی ساعدہ، حضرت

ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کا استخلاف" سے نقل کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہیں کہ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہوگئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کی تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے کس کے قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو ان کے عشق و محبت کا دعویٰ ہو وہ ان کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس بندوبست میں مصروف ہوں کہ مسند حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ آجائے تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل ان لوگوں (حضرت ابوبکر و عمر) سے سرزد ہوا جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کیے جاتے ہیں اس فعل کی ناگواری اس وقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت سے فطری تعلق تھا یعنی حضرت علیؑ و خاندان بنی ہاشم ان پر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اس وجہ سے آنحضرتؐ کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب حدیث و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے یہ سچ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ کر خلافت کے باب میں انصار سے معرکہ آرائی کی۔ اور اس طرح ان کوششوں میں مصروف رہے گویا ان پر کوئی حادثہ پیش ہی نہیں آیا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علیؑ سے بزور منوانا چاہا گو بنی ہاشم نے آسانی سے ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا"

(الفاروق شبلی ص 113، 114 دوسرا مدنی ایڈیشن 1970)

کمزور دماغ ایسا ہوتا ہے کہ کیونکہ جب یہ سب سچ ہے تو پھر درحقیقت ایسا نہیں ہے غلط ہو گیا اور یہ بات ایک حقیقت بن کر سامنے آئی کہ وہ اس بندوبست میں مصروف ہوئے کہ مسند حکومت اوروں کے قبضہ میں نہ آجائے۔

بقیہ آئندہ

باب المتفرقات

قسط نمبر 2

تاریخِ وہابیت

مصنف علی اصغر نعیمی

بربہاری کا واقعہ

اگر چہ ان نوحوں اور مرثیوں میں حضرت امام حسینؓ کی مصیبت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا اور اس میں سلف کی مخالفت بھی نہیں ہوتی تھی، لیکن اس کے باوجود جب بربہاری کو اطلاع ہوئی تو اس نے نوحہ خوان کو تلاش کر کے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔

اس زمانہ میں حنبلیوں کا بغداد میں اچھا خاصا رسوخ تھا جس کی بناپر یہ لوگ ہمیشہ فتنہ وفساد کرتے رہتے تھے۔ جس کا ایک نمونہ محمد ابن جریر طبری صاحب تاریخ پر حملہ تھا:

طبری، اپنے دوسرے سفر میں طبرستان سے بغداد پہونچے اور جمعہ کے روز حنبلیوں کی جامع مسجد میں پہونچے وہاں پر ان سے احمد حنبل اور اس حدیث کے بارے میں جس میں خدا کے عرش پر بیٹھنے کا تذکرہ ہے، نظریہ معلوم کیا گیا تو اس نے جواب دیا جو احمد حنبل کی مخالفت بھی نہیں تھی، لیکن حنبلیوں نے کہا: علماء نے اس کے اختلافات کو اہم شمار کیا ہے، اس پر طبری نے جواب دیا: میں نے نہ خود اس کو دیکھا ہے، اور نہ اس کے کسی مورد اعتماد صحابی سے ملاقات کی ہے جو اس بارے میں مجھ سے نقل کرتا، اور خداوند عالم کے عرش پر مستقر ہونے والی بات بھی ایک محال چیز ہے۔

جس وقت حنبلیوں اور اہل حدیث نے اسکی یہ بات سنی تو اس پر حملہ شروع کر دیا، اور اپنی دواتوں کو اس کی طرف پھینکنا شروع کر دیا، وہ یہ سب دیکھ کر وہاں سے نکل بھاگے، حنبلیوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی انھوں نے ان کے گھر پر پتھروں سے حملہ کر دیا یہاں تک کہ گھر کے سامنے پتھروں کا ایک ڈھیر لگ گیا۔

بغداد کی پولیس کا افسر "نازوک" ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر وہاں پہونچا اور طبری صاحب کو ان کے شر سے نجات دلائی، اور پورے ایک دن وہاں رہا، اور حکم صادر کیا کہ اسکے گھر کے سامنے سے پتھروں کا ڈھیر ہٹایا جائے۔

حنبلی مذہب کے علماء مثلاً ابن کثیر اور ابن عماد وغیرہ نے بربہاری کے بارے میں بہت باتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض مبالغہ ہیں، ابن کثیر اس کو ایک زاہد، فقیہ اور واعظ کہتے ہوئے لکھتا ہے: چونکہ بربہاری کو اپنے باپ کی میراث کے سلسلے میں ایک شبہ پیدا ہوا جس کی بناپر اس نے میراث لینے سے انکار کر دیا جبکہ اس کے باپ کی میراث ستر ہزار (اور ابن عماد کے قول کے مطابق 90 ہزار) درہم تھی۔

اسی طرح ابن کثیر کا قول ہے: خاص وعام کے نزدیک بربہاری کا بہت زیادہ احترام اور عزت تھی، ایک روز وعظ کے دوران اس کو چھینک آگئی تو تمام حاضرین نے اس کیلئے دعائے

رحمت کرتے ہوئے جملہ "یرحمک اللہ" کہا جو چھینک آنے والے
کیلئے کہنا مستحب ہے، اور یہ آواز گلی کوچوں تک پہونچی، اور جو بھی
اس آواز کو سنتا تھا یرحمک اللہ کہتا تھا، اور اس جملہ کو تمام اہل بغداد
نے کہنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ یہ آواز خلیفہ کے محل تک
پہونچی، خلیفہ کو یہ شور شرابہ گراں گذرا اور کچھ لوگوں نے ان کے
بارے میں مزید بدگوئی کی جس کے نتیجہ میں خلیفہ نے اس کو گرفتار
کرنے کی ٹھان لی لیکن وہ مخفی ہوگیا اور ایک ماہ بعد اس کا انتقال
ہوگیا۔ (البدایہ والنہایہ ج 11 ص 201)

لیکن خلیفہ وقت کے ناراض ہونے اور اس کو گرفتار کرنے
کے ارادہ کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ عام عقیدوں کی مخالفت کرتا تھا
اسی وجہ سے خلیفہ نے اس کے خلاف اپنا مشہور و معروف حکم صادر
کیا جس کی طرف بعد میں اشارہ کیا جائے گا۔

ابو علی مسکویہ 232ھ کے حالات میں کہتا ہے کہ اسی
سال بدر خرشنی (صاحب شرطہ) نے بغداد میں یہ اعلان کروایا کہ ابو
محمد بربہاری (بربہاری، بہار کی طرف نسبت ہے، جو حشیش کی طرح
ایک قسم کی دوائی ہے اور وہ ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ سمعانی
مادہ بربہاری) کے مریدوں میں کوئی بھی دو آدمی ایک جگہ جمع نہ
ہوں، بدر خرشنی نے اس کے مریدوں کو جیل میں ڈلوا دیا لیکن
بربہاری وہاں سے بھاگ نکلا یا مخفی ہوگیا اس کی وجہ یہ تھی کہ
بربہاری اور اس کے پیروکار ہمیشہ فتنہ و فساد کرتے رہتے تھے، اس
گروہ کے سلسلے میں خلیفہ الراضی کا ایک فرمان صادر ہوا جس میں
بربہاری کے مریدوں کے عقائد مشتبہ شیعوں کی طرف کفر و ضلالت
کی نسبت دینا اور آئمہ کی قبور کی زیارت وغیرہ کو ناجائز جیسے امور کا
تذکرہ تھا اور ان کو اس بات سے ڈرایا گیا تھا کہ یا تو وہ اس کام
سے باز آجائیں، ورنہ ان کی گردن قلم کردی جائے گی، اور ان کے
گھر اور محلوں کو آگ لگا دی جائے گی (تجارب الامم ج 5 ص
322، خلیفہ کا فرمان اس کتاب میں موجود ہے، خلیفہ کے فرمان
سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ بربہاری کے مرید زائرین قبور آئمہ کو بدعت
گذار گردانتے تھے، لیکن ایک عام آدمی کی قبر کی زیارت کا حکم
دیتے تھے، جس کو رسول اللہ سے کوئی نسبت بھی نہیں تھی)۔

ابن اثیر حنبلیوں کے بغداد میں فتنہ و فساد کے بارے میں
اس طرح رقمطراز ہے کہ 323ھ میں حنبلیوں نے بغداد میں کافی
اثر و رسوخ پیدا کرلیا اور قدرت حاصل کرلی، بدر خرشنی صاحب شرطیہ
نے دسویں جمادی الآخرہ کو فرمان صادر کیا کہ بغداد میں یہ اعلان کر
دیا جائے کہ بربہاری کے مریدوں میں سے دو آدمی ایک ساتھ جمع
نہیں ہوسکتے، اور اپنے مذہب کے بارے میں کسی سے مناظرہ
کرنے کا بھی حق نہیں رکھتے، اور ان کا امام جماعت نماز صبح
و مغرب و عشاء میں بسم اللہ کو بلند اور آشکار کہے۔ لیکن بدر خرشنی کا یہ کام
مفید ثابت نہیں ہوا بلکہ بربہاری کے مریدوں میں مزید فتنہ و فساد
پھیل گیا۔

ان کا ایک کام یہ تھا کہ وہ نابینا حضرات جو مسجدوں میں
اپنی پناہ گاہ بنائے ہوئے تھے ان کو اس کام کیلئے آمادہ کرتے تھے
کہ جو بھی شافعی مذہب مسجد میں داخل ہو اس کو اتنا مارو کہ وہ موت
کے قریب پہونچ جائے۔

ابن اثیر خلیفہ راضی کے حنبلیوں کے بارے میں فرمان
سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یوں تحریر کرتا ہے کہ خلیفہ راضی نے
بربہاری کے مریدوں پر سختی کی اور ان کو ڈرایا، کیونکہ وہ خداوند عالم
کی مثل از تشبیہ کے قائل تھے اور خداوند عالم کو تمثیلوں اور دو پیر اور
سونے کے جوتے اور گیسوؤں والا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ
خداوند عالم آسمانوں میں اوپر جاتا ہے اور دنیا میں نازل ہوتا ہے،

اسی طرح مذہب ائمہ پر طعنہ زنی کرتے تھے اور شیعوں کو کفر و گمراہی کی نسبت دیتے تھے، اور دیگر مسلمانوں کو کھلی بدعتوں کی طرف دعوت دیتے تھے جن کا قرآن مجید میں کہیں تذکرہ تک نہیں اور ائمہ کی زیارت کو منع کرتے تھے اور زائرین کے عمل کو ایک برے عمل سے یاد کرتے تھے۔(الکامل ج 6 ص 248 خلیفہ الراضی کے فرمان میں خداوند عالم کے بارے میں بربہاری کے مریدوں کے نظریات کو اجمالی اور مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے، لیکن ابن اثیر نے جیسا کہ متن سے معلوم ہوا ان کی باتوں کی وضاحت کی ہے، ابو الفداء نے بھی اپنی تاریخ (ج 2 ص 103) میں خلیفہ کے فرمان کے بارے میں اس طرح نقل کیا ہے کہ تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہارا بدنما چہرہ خداوند عالم کے چہرہ کی طرح ہے، اور تمہاری شکل وصورت خداوند عالم کی طرح ہے، اور خداوند عالم کیلئے گندھے ہوئے بالوں کا ذکر کرتے ہو اور کہتے ہو کہ خداوند عالم آسمانوں میں اترتا ہے، اوپر جاتا ہے اور بھی نیچے آتا ہے)۔

بربہاری 329ھ میں 96 سال کی عمر میں مر گیا، وہ کسی عورت کے گھر میں چھپا ہوا تھا، اور اس کو اسی گھر میں بغیر کسی دوسرے کی اطلاع کے غسل وکفن کے بعد دفن کر دیا گیا۔(المنتظم ابن الجوزی جلد 6 ص 32)۔

ابن اثیر اس سلسلہ میں کہتا ہے: بربہاری حنبلیوں کا رئیس جو مخفی طور پر زندگی گذار رہا تھا 329ھ میں 76 سال کی عمر میں فوت ہوا، اور اس کو "نصر قشوری" کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔(الکامل ج 6 ص 282)۔

قارئین کرام! آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا کہ بربہاری کے بارے میں خلیفہ الراضی کا فرمان ان عقائد کی طرف اشارہ ہے جو بعد میں ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کے ذریعہ ظاہر ہوئے، (اور فرقہ وہابیت تشکیل پایا)

بربہاری کے عقائد اور نظریات کا خلاصہ

مسئلۂ زیارت اور چند دوسرے مذکورہ مسائل کے علاوہ بربہاری کے کچھ اور بھی عقائد تھے، ہم یہاں صرف ابن عماد حنبلی کے قول کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

بربہاری نے شرح کتاب السنۃ میں کہا: اس زمانہ میں جو کچھ بھی لوگوں سے سنو، اس کو قبول کرنے میں جلدی نہ کرو، اور اس کے مطابق عمل نہ کرو، یہاں تک کہ کسی دوسرے سے یہ معلوم کرلو کہ اس سلسلہ میں اصحاب پیغمبرؐ یا علماء اسلام نے نظریہ بیان کیا ہے یا نہیں؟ اور اگر معلوم ہو گیا کہ ان باتوں پر اصحاب پیغمبرؐ یا علماء کرام میں سے کسی نے فرمایا ہے تو اس پر عمل کیا جائے لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں پر عمل نہ کرو، ورنہ مستحق جہنم ہو جاؤ گے۔

خداوند عالم کے بارے میں کچھ نئی باتیں پیدا ہوگی ہیں جو بدعتیں اور گمراہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، (لہٰذا ان کو قبول نہیں کرنا چاہئے) اور خداوند عالم کے بارے میں صرف وہی باتیں کہی جاسکتی ہیں جن کو خود خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے بارے میں بیان فرمایا ہے یا پیغمبرؐ اکرم نے اصحاب کے مجمع میں ان کو بیان فرمایا ہے۔

ہم لوگوں کو چاہئے کہ خداوند عالم کو روز قیامت ان ہی سر کی آنکھوں سے دیدار کا عقیدہ رکھیں، روز قیامت خود خداوند عالم بغیر کسی پردہ وحجاب کے لوگوں کے حساب وکتاب کیلئے سب کے سامنے آئے گا۔

اسی طرح یہ ایمان بھی رکھنا ضروری ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے روز قیامت ایک حوض ہوگا، اور تمام دیگر پیغمبروں کا بھی ایک حوض ہوگا، سوائے صالح پیغمبر کے کہ ان کا حوض ان کے ناقہ (اونٹنی) کے پستان ہوں گے۔

اسی طرح یہ عقیدہ بھی رکھنا ضروری ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز قیامت پل صراط پر تمام گناہگاروں اور خطا کاروں کی شفاعت کریں گے، اور ان کو نجات دلائیں گے، نیز تمام پیغمبروں، صدیقین اور شہداء صالحین کو روز قیامت حق شفاعت ہوگا۔

اسی طرح اس بات پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ خداوند عالم نے جنت وجہنم کو خلق کر رکھا ہے اور جنت ساتویں آسمان پر ہے اور اس کی چھت عرش ہے، اور دوزخ زمین کے ساتویں طبقہ میں ہے۔

نیز اسی طرح یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے اور شادی کریں گے، اور قائم آل محمدؑ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اس کے بعد اس دنیا سے چلے جائیں گے۔

جو شخص کسی بدعت گزار کی تشیع جنازہ میں شرکت کرے تو وہاں سے واپس لوٹ آنے تک خدا کا دشمن ہے، وغیرہ وغیرہ۔ (خلاصہ از شذرات الذہب ابن عماد ج 2 ص 321)۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔ بقیہ آئندہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارگاہِ معبود میں!

تحریر: علامہ ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ

دعا کرنا بظاہر انتہائی آسان ہے اور واقعاً انتہائی مشکل ہے۔ دنیا کا کون سا انسان ہے جو محتاج نہیں ہے اور کون سا محتاج ہے جو کسی سے طلب نہیں کرتا ہے۔ درحقیقت اسی طلب کا نام دعا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جو ناواقف اسرار طلب ہیں وہ محتاجوں سے مانگتے ہیں۔ اور جنہیں طلب کا سلیقہ میسر آتا ہے وہ بے نیاز سے مانگتے ہیں۔ محتاجوں سے مانگنے کا نام خوشامد، تملق، تعریف بے جا، تواضع بے محل اور استدعا و التماس ہے۔ اور بے نیاز سے مانگنے کا نام دعا ہے۔

دعا جس قدر آسان ہے کہ تقاضائے فطرت، عادت بشر اور مزاج انسانی کے عین مطابق ہے اسی قدر مشکل بھی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ سہل ممتنع اگر کوئی چیز ہے تو وہ دعا ہی ہے جو الفاظ کے اعتبار سے انتہائی آسان ہوتی ہے اور اسرار کے اعتبار سے انتہائی مشکل۔

دعا کیلئے جس قدر آداب درکار ہیں، جو پاکیزگیِ نفس ضروری ہے اور جس طرح کے تصورات لازم ہیں ان کا حاصل کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ دعا، مرکو دعا کی معرفت پر موقوف ہے، اور معرفت زندگی کا عظیم ترین مرحلہ ہے جسے مولائے کائنات نے ابتداء دین اور بنیاد مذہب قرار دیا تھا۔ معرفت کے بعد بارگاہ کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنا اس سے سخت ترین مرحلہ ہے اور ان تمام مراحل کے بعد طلب میں صدق نیت پیدا کرنا اور ایک انتہائی دشوار گزار مرحلہ ہے۔ ورنہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ مانگنے والا بظاہر خدا کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے رہتا ہے لیکن نظر کسی حاکم کے اقتدار، کسی دولتمند کی جیب، کسی صاحب خیرات کے جود و کرم پر لگی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دعا کا نام دعا نہیں ہے اور گہرائیوں پر غور کیا جائے تو یہ توہین دعا ہے۔ دعا معبود پر اعتماد کا نام ہے۔ اور دوسروں پر نگاہ رکھنا بداعتمادی کی علامت ہے۔ بعض روایات میں تو یہ تک مضمون وارد ہوا ہے کہ اگر کسی شخص کو دعا کی قبولیت پر اعتماد نہ ہو اور وہ صرف حسب عادت یا برائے تجربہ دعا مانگ رہا ہے تو وہ معبود کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔ دنیا کے کسی صاحبِ کرم کے بارے میں بے اعتمادی اس کے کرم کی توہین ہے تو معبود کے کرم کے بارے میں بے اعتمادی کتنی بڑی توہین کا باعث ہوگی۔ اور تجربہ تو اصلاً حدودِ اسلام سے باہر ہے۔ بھلا کس بندہ کو یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ پروردگار سے مانگ کر اس کے کرم کی آزمائش کرے اور یہ دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ "تماشائے اہلِ کرم" دنیا میں دکھا جاتا ہے۔ مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض علماء کرام نے یہ تاکید کی ہے کہ اپنی دعاؤں میں آئمہ معصومینؑ کے الفاظ کا اتباع کرو اور اسکی معنویت پیدا کرنے کی کوشش کرو کہ تمہارے الفاظ اس کی بارگاہ کیلئے نامناسب ہو سکتے ہیں لیکن ان کے الفاظ میں یہ نقص نہیں ہے۔ وہ کامل الایمان اور کامل المعرفہ تھے وہ جو الفاظ

استعمال کردیں گے وہ یقیناً بارگاہ کے شایان شان ہوں گے۔ اور اس سے مدعا کے حصول کی راہ ہموار ہوگی بلکہ انھیں الفاظ سے انسان اپنے اندر سلیقۂ معرفت بھی پیدا کرسکتا ہے۔

واضح الفاظ میں یوں کہا جائے کہ ہماری دعائیں نتیجہ معرفت ہیں اور معصومینؑ کی دعائیں درس معرفت۔ ہم وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ہماری معرفت کا نتیجہ ہوتے ہیں اور انھوں نے وہ الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے ہم معرفت باری کی راہیں متعین کرسکتے ہیں۔ "یا من دل علیٰ ذاتہ بذاتہ"۔ (اے وہ معبود جس نے خود اپنی ذات کی طرف رہنمائی کی ہے) کہ وہ خود ہی راہ نما بھی ہے اور منزل بھی۔

یہ جملہ معرفت کا ایک سمندر ہے کہ اگر دعا میں یہ فقرہ نہ آیا ہوتا تو انسان کے سامنے معرفت کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ مخلوقات سے خالق کو پہچانے اور کائنات کی عظمت سے مالک کائنات کی بزرگی و برتری کا اندازہ لگائے۔ لیکن امامؑ کے اس ایک فقرہ نے معرفت کا ایک نیا راستہ کھول دیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ مخلوقات میں خالق کو پہچنوانے کی وہ صلاحیت نہیں ہے جو معرفت خود خالق کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یہ مرتبہ ہر ایک کو حاصل نہیں ہے۔ اس کی طرف اشارہ دعائے صباح میں مولائے کائنات نے کیا تھا اور اس کے بعد اس کی مکمل تشریح دعائے ابوحمزہ ثمالی میں امام زین العابدینؑ نے کی ہے، سرکار سید الشہداء نے دعائے عرفہ میں اسی حقیقت کی طرف بہت سے اشارے فرمائے ہیں اور معرفت کے بے شمار راستے کھول دیے ہیں۔

دعاؤں کے سلسلہ میں معصومینؑ کے الفاظ و کلمات کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بھلا کس کی مجال ہے جو ان لفظوں کی بلاغت کا اندازہ کرسکے اور اس کے بعد یہ کہے کہ یہ الفاظ اس معرفت کی مکمل ترجمانی کر رہے ہیں یا معبود کی بارگاہ کے شایان شان ہیں۔ صاحبان بصیرت کے بیان کے مطابق صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس میدان میں جس قدر راہنمائی امام زین العابدینؑ نے کی ہے اور دعا کو جس قدر آپ نے درس و تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہے دیگر معصومینؑ کے یہاں اس کی مثالیں نہیں ملتی ہیں اور غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسرے معصومین کو دوسرے ذرائع بھی فراہم ہو گئے تھے اور انھوں نے ان ذرائع کو بھی درس بصیرت اور تبلیغ دین و مذہب کا ذریعہ بنا لیا تھا، یا بعض اوقات انھیں اتنا موقع بھی نہ مل سکا کہ دعاؤں کے ذریعہ اس کارنامہ کو انجام دے سکتے۔

امام زین العابدینؑ کا زمانہ واقعہ کربلا کے بعد ایک انتہائی حساس اور دشوار گذار دور تھا۔ اس دور میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح کا مسلح اقدام ممکن نہیں تھا اور ایک عظیم اقدام کا اثر نظر کے سامنے تھا یعنی مذہب نے اپنی زندگی کیلئے خون کا مطالبہ کیا تھا اور وہ مطالبہ پورا کیا جا چکا تھا۔ انقلابی تحریک کیلئے وہ مقدس خون ہی کافی تھا اس کے لیے مزید قربانی کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن امامؑ کیلئے خاموش بیٹھنا بھی ممکن نہیں تھا کہ امامؑ ہدایت خلق کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے آپ نے تصویر کے دوسرے رخ پر نظر ڈالی کہ یہ صحیح ہے کہ میرا اقدام غیر ضروری ہے اور اسلام کو فی الحال میرے خون کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس وقت مظلومیت کے نام پر قوم گوش بر آواز ہے اور الفاظ کی اتنی سخت گرفت ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ انھیں الفاظ کے ذریعہ مذہب کی تبلیغ بھی کی جائے اور مظلومیت کی ترویج کا کام بھی انجام دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام پر مشکل خطبہ

ممکن نہیں تھا کہ خطبہ میں مسلح اقدام کے اعتراض کے امکانات پائے جاتے تھے اور ایک خونی سانحہ ممکن تھا جس کی اس وقت مشیت پروردگار کو ضرورت نہیں تھی اسی لیے آپ نے دعاؤں کا راستہ اختیار کیا اور انھیں دعاؤں کے ذریعہ تمام مراحل تبلیغ وترویج مکمل کر لیے۔

آپ کے الفاظ اس قدر جامع، موثر اور مطابق مقصد و مدعا تھے کہ صاحبان حاجت آپ کی دعاؤں پر مکمل اعتماد کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ایک شاگرد نے آپ کی ایک دعا کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ اس دعا کے ذریعہ مدعا حاصل نہ ہو تو دعا کرنے والے کو مجھ پر لعنت کرنے کا حق ہے۔ یعنی یہ دعا بارہا کی آزمائی ہوئی ہے اور جب بھی اس کے سہارے مدعا طلب کیا گیا ہے ضرور حاصل ہوا ہے۔ اب انسان کا فرض ہے کہ ان پاکیزہ الفاظ کیلئے پاکیزہ زبان اور پاکیزہ قلب فراہم کرے تاکہ اس کے اثرات ونتائج سے بہرہ یاب ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ امامؑ کی اس دعا کا لہجہ، اسلوب اور انداز اس قسم کا ہے کہ دعا کرنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا مدعا ضرور حاصل ہوگا۔

"خدایا! میں تجھے کیسے پکاروں کہ میری حیثیت معلوم ہے (میں میں ہوں) اور تجھ سے کس طرح امید منقطع کروں کہ تیرا کرم بھی معلوم ہے کہ (تو تو ہے)۔ خدایا! میں تجھ سے سوال نہیں بھی کرتا ہوں تو عطا کرتا ہے۔ بھلا ایسا کون ہے جس سے سوال کروں تب ہی عطا کردے۔ خدایا! تجھے نہیں بھی پکارتا ہوں تو تو دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ اب تیرے علاوہ کون ہے جو مانگنے ہی پر دیدے۔ خدایا! تجھ سے تضرع وزاری نہیں بھی کرتا ہوں تو تو رحم کرتا ہے، اب تیرے علاوہ کون ہے جو کم از کم تضرع وزاری ہی پر رحم کردے۔ خدایا! جس طرح تو نے سمندر میں راستہ بنا کر موسیٰ کو نجات دی ہے میری التماس یہ ہے کہ محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمتیں نازل فرما اور مجھے بھی میری پریشانیوں سے نجات دیدے اور میرے لیے فی الفور سہولت وآسانی کا راستہ کھول دے۔ اے ارحم الراحمین! تجھے تیرے فضل و کرم کا واسطہ!"

ان الفاظ سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انسان اس اخلاص و صدق نیت کے ساتھ دعا کرے اور اپنے دل میں واقعاً یہ جذبات پیدا کرلے اور دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر ہر فرعون وقت کے مقابلہ میں غریب الوطن موسیٰؑ کی طرح صرف ذات واجب پر بھروسہ کرلے تو کس طرح ممکن ہے کہ سمندروں میں سے راستہ نہ نکل آئے اور فرعون جیسے ظالموں سے نجات نہ مل جائے اور وہ ظالم غرقاب نہ ہو جائیں۔

آج جب کہ بر و بحر مصائب کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور سمندر سرچشمہ رحمت ہونے کے بجائے سرچشمہ آلام و مصائب بن گئے ہیں ان دعاؤں، ان الفاظ، ان کلمات اور ان معارف و جذبات کی شدید ترین ضرورت ہے۔ رب کریم ہم سب کو اس انداز دعا سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے مشرف کرے جن میں سب سے اہم دعا وارث زین العابدینؑ کے ظہور اور قبر زین العابدینؑ کے آبادی کی دعا ہے۔ خدایا! حجت آخر کے ظہور میں تعجیل فرما اور بقیع کے ویران قبرستان کو آباد فرما!

زندگانی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

تحریر: باقر شریف قرشی

حضرت امام ابو محمد حسن عسکری، آئمہ اہلبیتؑ کی گیارہویں کڑی ہیں جنھوں نے رسالتِ اسلام اور اس کے اغراض و مقاصد اور ارزش و اہمیت کی بنیاد ڈالی ہے۔

یہ امام عظیم، اللہ کے بندوں پر اس کی رحمت و بخشش ہیں، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں آپ ہی نے منحرف عباسی حکومت کا مقابلہ کیا، مسلمانوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے کیلئے جدو جہد کی، ہم اختصار کے طور پر آپ کی شان کے متعلق چند باتیں ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

آپؑ کا نسب: امامؑ کا نسب شریف خاندان نبوت ہے جس کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو عزت دی، جنھوں نے حق اور عدل کی بنیاد رکھی، اور حق و عدل کو زمین کے تمام شعبوں میں رائج کیا، ہمارے خیال میں کوئی بھی ایسا خاندان نہیں ہے جس نے خاندان نبوت کی طرح حق کی خدمت اور لوگوں کے درمیان فضیلت نشر کرنے پر عمل کیا ہو۔

بیشک امام حسن عسکریؑ کا شجرہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے شہر علم کے دروازے حضرت امیر المومنینؑ سے ہے۔ شاعر کہتا ہے:

نسب کان علیہ من شمس الضحی

نوراً و من فلق الصباح عموداً

"آپؑ کا نسب اس طرح ہے گویا آپ پر وقت چاشت کی دھوپ پڑ رہی ہے اور سفیدی صبح کا ستون قائم ہے"

اور روتری کا کہنا ہے:

ماذا یقول المادحون بوصفهم

وهم السماط علایف المختار

ضربت تهاب فخارهم وسموهم

بین البتول الطهر والمختار

"مدح و ثنا کرنے والے اہل بیتؑ کی شان میں کیا کہنا چاہتے ہیں اہل بیت تو رسولؐ کے جانشین ہیں اور ان کی رگوں میں فاطمہؑ اطہر اور علی مرتضیٰ کا خون دوڑ رہا ہے"۔

بیشک آپ امام علی نقیؑ بن امام محمد تقی بن علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر صادقؑ بن امام محمد باقرؑ بن امام علی بن الحسین بن امام حسینؑ بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہم کے فرزند ہیں، وہ آئمہ ہدیٰ، مصابیح الدجیٰ اور اعلام التقیٰ ہیں جن سے اللہ نے ہر رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے اور نبی نے ان کو نجات کی کشتی بندوں کی پناہ گاہ اور باحطہ قرار دیا جو بھی اس میں داخل ہو وہ آمنین میں قرار پائے گا۔

ولادت: امام اسلام سلیل نبوت (فرزند) اور بقیہ امامت کی ولادت سے روشن و منور ہو گیا روایوں میں آپ کی جائے

ولادت سلسلہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، دوسرا قول یہ ہے کہ آپ سامراہ میں پیدا ہوئے، اور آپ کس زمانہ میں یا کس وقت پیدا ہوئے اس سلسلہ میں بھی راویوں میں اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بعض اقوال یہ ہیں:

1۔ آپ ربیع الاول 230ھ میں پیدا ہوئے

2۔ 231ھ میں پیدا ہوئے۔

3۔ 232ھ میں پیدا ہوئے۔

4۔ 233ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کی ولادت پر شرعی رسومات: حضرت امام علی نقیؑ کو جیسے ہی امام حسن عسکریؑ کی ولادت باسعادت کی خبر دی گئی تو آپ نے شرعی رسومات انجام دینے میں بڑی سرعت سے کام لیا، آپ نے بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، امامؑ نے اپنے فرزند کا خدا کے نور سے ایسے کلمات توحید کا اقتباس کرتے ہوئے استقبال کیا جن کو ہر زمانہ اور ہر جگہ پر مسلمان اپنی زبان پر جاری کرتے ہیں: "اللہ اکبر و لا الہ الا اللہ"۔

امام علی نقیؑ نے ولادت کے ساتویں دن امام حسن عسکریؑ کا سر منڈایا اور ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی مسکینوں کو صدقہ دیا اور اسی وقت اسلامی سنت پر عمل کرتے ہوئے عقیقہ کیا جس میں دو سال کا گوسفند ذبح کیا بچہ کا نام حسن رکھا جو آپ کے چچا حسنؑ جنت کے جوانوں کے سردار کا اسم مبارک ہے۔ آپ (امام حسن عسکریؑ) کی کنیت ابو محمد رکھی، یہ آپ کے فرزند امام المنتظر کا اسم گرامی ہے جو زمین میں محروموں اور مستضعفین کی آرزو ہیں۔

آپؑ کی پرورش: امام عسکریؑ نے اللہ کے نزدیک سب سے باعزت گھر میں پرورش پائی وہ بیت امامت جس کے اہل سے پروردگار عالم نے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور انکو اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اس بیت معظم کے متعلق شبراوی کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم یہ بیت شریف بے حد بہادر ہے، بہت ہی عظیم نسب ہے، نورانی نسب قابل فخر اور بلند مرتبہ ہے، یہ سب صاحب کرامت ہیں یہ شجرہ میں کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر طیب و طاہر ہیں، عظمت کے حصے ان پر تقسیم کردئے گئے ہیں اور ان میں صفات کمال نہایت درجہ موجود ہیں۔

اللہ سے امام کا خوف: امام حسن عسکری کمسنی میں اللہ سے خوف رکھتے تھے، مورخین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا امام حسن عسکریؑ کے پاس گذر ہوا جبکہ آپ بچوں کے ایک طرف کھڑے ہوئے رو رہے تھے، اس شخص نے کہا: اے نونہال! مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اسلئے رو رہے ہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں ہیں جو ان بچوں کے پاس ہیں: سنو! میں ابھی آپ کیلئے وہ کھلونے خرید کرلاتا ہوں جن سے بچے کھیل رہے ہیں؟ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: "نہیں، ہم کھیلنے کیلئے نہیں پیدا ہوئے۔۔۔"۔ وہ شخص مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس نے امام سے کہا: ہم کس لئے پیدا کئے گئے؟ امامؑ نے فرمایا: "ہم علم اور عبادت کیلئے خلق ہوئے ہیں"۔ اس شخص نے سوال کیا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہماری غرض خلقت علم وعبادت ہے؟ امامؑ نے خداوند عالم کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی: (أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا) سورہ مومنون، آیت 115 "کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے"۔

وہ شخص ہکا بکا رہ گیا اور اس نے اسی حیرانی کے عالم میں

امام سے سوال کیا! اے فرزند! تمہیں کیسے معلوم تم تو بہت کمسن ہو؟ امامؑ نے فرمایا: "میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں کو جلانے سے پہلے چھوٹی لکڑیاں جلاتی ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں چھوٹی لکڑیوں کی طرح جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤں" کیا تم نے امامؑ سے کمسنی کے عالم میں اس ایمان کے متصل ہونے کا مشاہدہ کیا یہ آپ کی ذات اور واقدار میں سے ہے؟

آپؑ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ: امام حسن عسکریؑ زکی ابو محمد ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے، اور سفر و حضر میں ان سے بالکل جدا نہیں ہوتے، اور امام علی نقیؑ اپنے فرزند ارجمند کے سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں:

"ابو محمدؑ، آل محمدؐ میں بہترین ہیں، ان کی حجت قابل وثوق ہے، یہ میرے بڑے فرزند ہیں اور میرے جانشین ہیں امامت ان کی جانب منتقل ہوگی"۔

یہ کلمات بہترین صفات کے ترجمان ہیں چنانچہ آپ آل محمدؐ میں بہترین طبیعت کے مالک ہیں آپ کی حجت قابل وثوق ہے۔

آپ ہی پر خلافت اور امامت کی انتہا ہوئی، اور آپ میں یہ تمام فضائل و کمالات موجود تھے۔

آپؑ کی عبادت: امام حسن عسکریؑ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کیا کرتے تھے، ان میں سب سے زیادہ توبہ اور اللہ کی اطاعت کرتے تھے، آپ زیادہ تر روزہ رکھتے، رات میں نمازیں پڑھتے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور دعا پڑھتے۔

محمد شاکری کا کہنا ہے: امام ابو محمد محراب میں سجدہ ریز تھے جبکہ میں خواب و بیداری کے عالم میں تھا آپ کی روح خدا سے لو لگائے تھی۔ آپ کو دنیا کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا، آپ کی قنوت میں پڑھی جانے والی دعائیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امام خدا کی بارگاہ میں توبہ کیا کرتے تھے، اسی طرح نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں بھی آپ سے نقل ہوئی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "حیاۃ الامام حسن عسکریؑ" میں کیا ہے۔

حلم: آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم اور غصہ پی جانے والے تھے، عباسی حکومت نے آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا آپ اتنے صابر تھے کہ ذرا سا بھی شکوہ زبان پر نہ لاتے، اور کسی ایک سے بھی قید خانہ کی سختیوں اور مشکلات کی شکایت نہیں فرمائی۔

کرم: امام ابو محمدؑ (حسن عسکریؑ) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، آپ غریبوں پر بہت زیادہ احسان کیا کرتے تھے، آپ کا اپنے معین کردہ حقوق شرعیہ وصول کرنے والوں سے فقیروں، محروموں اصلاح ذات البین اور ان کے علاوہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے والوں پر انفاق کا معاہدہ تھا۔ آپ کے فیض کرم کے متعلق مورخین نے محمد بن علی ابراہیم بن امام موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہمارا زندگی بسر کرنا دشوار ہو گیا تو میرے والد نے کہا چلو ہم اس شخص یعنی "ابو محمدؑ" کے پاس چلتے ہیں جن کی ہم نے بہت زیادہ تعریفیں سنی ہیں، میں نے ان سے عرض کیا: کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟ میرے والد صاحب نے کہا: نہیں پہچانتا اور نہ ہی میں نے آج تک ان کو دیکھا ہے ان کا کہنا ہے: ہم چل پڑے، راستہ میں میرے والد نے کہا: ہم کو پانچ سو درہم کی ضرورت ہے دو سو درہم لباس وغیرہ کیلئے، دو سو درہم آٹا اور خورد و نوش کیلئے، اور سو درہم دوسرے مخارج کیلئے۔

میں نے اپنے دل میں کہا: کاش امام مجھے تین سو درہم عنایت فرمادیں، میں سو درہم سے اپنی سواری خریدوں گا، سو درہم سے خرچ کروں گا اور سو درہم سے لباس وغیرہ مہیا کروں گا۔ جب ہم پہاڑ سے گذر کر امامؑ کے دروازے پر پہنچے تو گھر سے ایک بچے نے نکل کر کہا: علی بن ابراہیم اور ان کے بیٹے کو اندر بلالو جب ہم نے اندر جا کر سلام کیا تو اس بچہ نے میرے والد سے کہا "اے علی اتم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟" اے میرے سید و آقا میں آپ سے ملاقات کرنے میں شرم محسوس کر رہا تھا۔ امام میرے اور میرے بیٹے کے پاس کچھ دیر ٹھہرے اور پھر ہم دونوں کو خدا حافظ کہہ کر چلے گئے کچھ دیر کے بعد امام کا غلام آیا اس نے علی بن ابراہیم کو پانچ سو درہم کی تھیلی دیتے ہوئے کہا: دو سو درہم لباس، دو سو درہم آقا وغیرہ، اور سو درہم خرچ کیلئے ہیں، اور مجھ کو تین سو درہم کی تھیلی دیتے ہوئے کہا: سو درہم سواری، سو درہم لباس اور سو درہم خرچ کیلئے ہیں۔ اور اب پہاڑ کی طرف نہ جانا، مجھ نے امام کے حکم کے مطابق سوراء کی طرف سے راستہ طے کیا اور اس کے تمام امور اچھے طریقے سے انجام پائے، اور اس کا دولت مندوں میں شمار ہونے لگا۔

مورخین نے مشکلات اور تنگیوں میں زندگی گذارنے والے اور محرومین کے ساتھ آپ کی سخاوت اور احسانات کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔

علم: محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسن عسکریؑ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل تھے، آپؑ صرف احکام شریعت اور احکام دین ہی میں سب سے زیادہ اعلم اور افضل نہیں تھے بلکہ تمام علوم و معارف میں سب سے زیادہ افضل و اعلم تھے۔ عیسائی ڈاکٹر بختیشوع نے اپنے شاگرد سے امام کے متعلق کہا ہے: وہ ہمارے درمیان آج سب سے زیادہ اعلم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ اعلم ہیں، آپ علوم پر اس طرح مسلط ہیں جتنا کوئی اور نہیں ہو سکتا اور یہ شیعوں کا نظریہ ہے کہ ائمہ اہلبیت کو خداوند عالم نے علوم کی تمام اقسام کا علم عطا کیا ہے۔

بلند اخلاق یا کریمانہ اخلاق: امام حسن عسکریؑ کے بلند و بالا اخلاق اور آداب، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، آپ دوست اور دشمن سے خوش روئی سے پیش آتے، امام کے مکارم اخلاق آپ کے دشمن اور کینہ و حسد کرنے والوں پر ایسے اثر انداز ہوتے کہ ان کے بغض و دشمنی کو آپ سے محبت میں بدل دیتے، آپ کے اخلاق سے علی بن اوتانش بہت متاثر ہوا حالانکہ وہ آل نبیؐ کا سخت دشمن تھا مگر اب جب بھی وہ امامؑ سے ملتا تو اپنا منہ پھیر لیتا آپؑ کی جلالت و تعظیم و بزرگی کی وجہ سے وہ اپنی نظریں اوپر نہیں اٹھاتا تھا اور لوگوں کے درمیان امامؑ کے سلسلہ میں اچھی باتیں کیا کرتا تھا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے بلند و بالا اخلاق میں رسالت اسلامیہ کی خوشبو تھے اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثمرات میں سے ایک میوہ تھے۔

قسط نمبر 1

حضرت علیؑ مطیع رسولؐ

تحریر: کلثوم زہراء

میں نے اس موضوع کا انتخاب اس لئے کیا:

1۔اطاعت رسول ایک ایسا موضوع ہے جس کو قرآن مجید نے بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور ایک باایمان شخص کی زندگی کی سعادت کا دارومدار، پیغمبرؐ کی اطاعت کو قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات میں پیغمبرؐ اکرم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔سورہ نساء آیت 64 میں ارشاد ہوا (وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ) "ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ خدا کے حکم سے لوگ اس کی اطاعت کریں۔"

2۔قرآن کے اس واضح حکم پر جس شخصیت نے کماحقہ عمل کیا وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ذات اقدس ہے۔

3۔مولائے کائناتؑ کی عظیم شخصیت سے محبت کا دم بھرنے والے شیعہ اثنا عشری افراد پر ایک الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ حضرات حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ اکرم کا مقام دیتے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کی اس قدر منزلت کے قائل نہیں جو خدا نے ان کو عطا کی ہے۔لہٰذا اس مختصری تحریر کو ضبط تحریر میں لانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم اہل فکر کو یہ بتائیں کہ ہم حضرت امام علیؑ ابن ابی طالبؑ کو پیغمبرؐ کے بعد اسلام کی دوسری عظیم شخصیت سمجھتے ہیں اور خود امام علیؑ ابن ابی طالبؑ پیغمبر اکرمؐ کے کس قدر مطیع اور فرمانبردار تھے اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کو پیغمبرؐ کی کیسے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے دوسرے الفاظ میں اگر یوں کہوں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ہم علیؑ کی اس عظیم قدرومنزلت کے بھی اس لئے قائل ہیں کیونکہ پیغمبرؐ کی ذات اقدس نے ان کا یہ مقام بیان فرمایا لہٰذا ہم (مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) کے مصداق کہلاتے ہیں۔

علیؑ کی ذات اقدس عقیدہ رسالت کی ایک عملی تصویر ہے، اگر کوئی شخص عقیدہ رسالت کو عملی صورت میں دیکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ علیؑ کی سیرت کا مطالعہ کرے۔ضمناً لازم الذکر سمجھتی ہوں کہ اگر یہ موضوع " علیؑ مطیع رسولؐ " ہوتا تو یہ ایک نہایت وسیع وگستردہ موضوع تھا کیونکہ علیؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پیغمبرؐ کی اطاعت میں گزرا جیسا کہ خود مولائے کائناتؑ نے فرمایا:

اصحاب پیغمبر محمدؐ میں سے شریعت کے امانتدار افراد جانتے ہیں کہ میں نے ایک لحظہ بھی خدا اور رسولؐ کے فرمان کی مخالفت نہیں کی۔(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 197)

اس طرح مولائے کائنات کی پوری زندگی کو مختلف پیراؤں میں بیان کیا جا سکتا تھا لیکن میرا موضوع علیؑ مطیع رسول نہج البلاغہ کی روشنی میں تھا لہٰذا میں نے کوشش کی کہ پیغمبرؐ کی اطاعت کے سلسلہ میں علیؑ کے اس گوشہ حیات کا ذکر کروں جس کا نہج البلاغہ میں ذکر ہوا ہے، لہٰذا اس حوالے سے یہ موضوع مجھ جیسی ناتوان طالبہ کیلئے مشکل تھا۔بہرحال خداوند متعال سے دعا ہے کہ خدا

میری اس ناچیز سی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں پیغمبر اکرم کی اسی طرح اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح علیؑ نے پیغمبر اکرم کی اطاعت کی۔ اور یہی سب سے بڑی کامیابی اور سعادت و خوشبختی ہے۔

نہج البلاغہ اور اطاعت رسولؐ

نہج البلاغہ جو خود حضرت امام علیؑ کی عظیم شخصیت کی طرح ایک عظیم کلام ہے اور ایک ایسے بے کراں سمندر کی مانند ہے جس کہ تہہ تک کسی کی رسائی نہیں۔ دیگر موضوعات کی طرح مولائے کائنات نے اطاعت رسولؐ کے سلسلہ میں بھی ایسے گراں بہا جملے ارشاد فرمائے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا و آخرت کی سعادتوں سے سرفراز ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں رسولؐ اعظم کی اطاعت کے سلسلہ میں یوں رطب اللسان ہیں: "فتاس بنبیک الاطیب الاطہر صلی اللہ علیہ وآلہ فان فیہ اسوۃ لمن تاس و عزآ لمن تعزی ۔۔۔۔۔" یعنی تم لوگ اپنے طیب اور طاہر پیغمبر کا اتباع کرو کہ ان کی زندگی میں پیروی کرنے والے کیلئے بہترین نمونہ اور صبر اور سکون کے طلبگاروں کیلئے بہترین سامان صبر و سکون ہے اللہ کی نظر میں محبوب ترین

بندہ وہ ہے جو اس کے پیغمبر کا اتباع کرے اور اس کے نقش قدم پر چلے۔ (نہج البلاغہ خطبہ 160)"

ایک جگہ پر فرمایا: "جعلہ اللہ بلا غا لرسالتہ و کرامۃ لامتہ۔۔۔۔" یعنی اللہ نے انہیں پیغام رسانی کا وسیلہ، امت کی کرامت، اہل زمانہ کی بہار، اعوان و انصار کی بلندی کا ذریعہ اور یار و مددگار افراد کی شرافت کا واسطہ قرار دیا ہے"۔ (نہج البلاغہ خطبہ 198)۔

اب مولائے کائنات جنہوں نے ہمیں اس عظیم پیغمبرؐ کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے، سب سے پہلے خود آپ نے اس عظیم شخصیت کی لحظہ بہ لحظہ، قدم بہ قدم اطاعت کی، جیسا کہ خود فرمایا " ان لم ارد علی اللہ ولا علی رسولہ ساعۃ قط۔۔۔۔" یعنی میں نے ایک لمحہ کیلئے بھی خدا اور رسولؐ کی نافرمانی نہیں کی"(نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ 197)۔

اور یہ کیسے نہ ہوتا کیونکہ مولائے کائنات کے قول و فعل، کردار و گفتار میں رسول سے مطابقت پائی جاتی ہے۔ خود نہج البلاغہ میں ایک جگہ پر فرمایا: "ایہا الناس، ان واللہ ما احثاکم علی طاعۃ الا و اسبقکم الیہا۔۔۔" یعنی "اے لوگو! خدا کی قسم میں اس وقت تک تمہیں کسی نیک عمل کی تشویق و ترغیب نہیں دلاتا جب تک کہ میں خود اس پر عمل نہ کروں اور کسی گناہ سے نہیں روکتا مگر یہ کہ میں پہلے خود اس سے محفوظ رہوں۔" (نہج البلاغہ خطبہ 175)۔

گود سے لیکر گور تک حضرت علیؑ اطاعت رسولؐ میں

1۔ زمانہ بچپن اور اتباع رسولؐ: اس پاک مولود کی زندگی کا مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت کی اساس ہی پیغمبر اکرم کی رسالت پر ایمان اور انکی مدد و نصرت اور اطاعت پر استوار تھی۔

حضرت ابو طالبؑ کا گھر پیغمبر اکرم کی تربیت کا مرکز تھا، آپ کی تمام خصوصیات آپ کے ابن عم علی ابنؑ ابی طالبؑ میں منتقل ہوئیں۔ یہ وجہ تھی کہ مولائے کائنات ابھی چار سال کے نہ

بقیہ صفحہ نمبر 10 پر

اخبار غم

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(1) شیخ الجامعہ علامہ اختر عباس النجفی اعلیٰ اللہ مقامہ کے فرزند عبدالعلی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے اور چند دن بعد علامہ مرحوم کے بڑے صاحبزادے ناصر عباس اللہ کو پیارے ہوگئے اللہ تعالیٰ شیخ الجامعہ کے دونوں بیٹوں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

(2) شہید اقبال حسین کے بڑے بھائی ملک فیض الحسن سانگھی آف ناڑی جنوبی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈی آئی خان بقضائے الٰہی انتقال کر گئے ہیں۔

(3) مولانا شمیم السبطین آف ماڑی شہر ضلع میانوالی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے تھے آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی نے ان کی رسم چہلم میں شرکت کی اور حاضرین سے خطاب کیا اور مرحوم مولانا کے حالات واقعات بیان کئے اللہ مرحوم مولانا کو جوار معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے۔

(4) فخر عباس ولد الفت حسین آف کدھی سگوال رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

(5) سید ذوالفقار علی شاہ آف پہاڑ پور کے والد سید عطاء محمد شاہ وفات پاگئے ہیں اللہ مرحوم کو جوار معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے۔

(6) حاجی محمد آف کا شکوہ سادات تحصیل پہاڑ پور وفات پاگئے ہیں اللہ مرحوم کو جوار معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے۔

(7) جناب تنویر حسین آف قیصر آباد کالونی بھلوال ضلع سرگودھا رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

(8) محمد افضل جوڑا بمقام چک 36 شمالی سرگودھا رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

(9) مدثر حسین خان ولد ماسٹر مظہر حسین خان چک 36 شمالی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

(10) الحاج منظر حسین خان کے ماموں لشکر حسین خان چک 36 شمالی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

(11) سردار سکندر حیات خان کا بیٹا اور سردار نور حیات خان کا بھائی محمد عمران خان چک 36 شمالی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

(12) محمد حیات خان جھنڈے خیل چک 36 شمالی کی اہلیہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔

دعا ہے کہ خالق کائنات ان تمام حضرات کی مغفرت فرمائے، انکی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کا حشر ونشر حضرات معصومینؑ کے جوار پرانوار میں فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے ہیں مومنین سے ان کی صحت یابی کی دعا کی استدعا کی جاتی ہے۔

قبلہ سرکار علامہ غلام حسن نجفی بیمار ہیں مومنین سے ان کی صحت یابی کی دعا کی استدعا کی جاتی ہے۔

(وما ذلک علی اللہ بعزیز)۔

(آمین یارب العالمین بجاہ النبیؐ وآلہ الطاہرینؑ)

(شریک غم ادارہ)

اہلِ ایمان کیلئے عظیم خوش خبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق

زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے (30 Rs)

4. اثبات امامت آئمہ اثنا عشری امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

5. اصول الشریعۃ کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آ گیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے (Rs150)

تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔

1. فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی مکمل دس جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے

جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے (2000 Rs.)

2. زاد العباد لیوم المعاد اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومینؑ کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آ گئی ہے۔

3. اعتقادات امامیہ ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نہایت اختصار وایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لے کر لحد تک

6. تحقیقات الفریقین اور

7. اصلاح الرسوم کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آ گئے ہیں۔

8. قرآن مجید مترجم اردو مع خلاصہ التفسیر منصۂ شہود پر آ گیا ہے۔ جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کیلئے بے حد مفید ہے اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

9. وسائل شیعہ کا ترجمہ سولویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

10. اسلامی نماز کا نیا ایڈیشن بڑی شان وشوکت کے ساتھ منظر عام پر آ گیا ہے۔

منجانب ::منیجر مکتبۃ السبطین

296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

کاروانِ عقیلہ بنی ہاشم کی طرف سے خوشخبری
مقامات مقدسہ کی زیارات کا ارادہ رکھنے والے متوجہ ہوں رجب
المرجب کا عمرہ اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارات حسبِ سابق کاروانِ عقیلہ
بنی ہاشم کے ہمراہ مختصر ساحقِ زحمت وصول کیا جائے گا باقی رقم بچ جانے
کی صورت میں حسبِ سابق واپس کردی جائے گی۔
اپریل سے پہلے پاسپورٹ وصول کر لیے جائیں گے۔
خواہش مند مرد و زن رابطہ کر کے مزید معلومات لے سکتے ہیں۔
منجانب: حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج
رابطہ نمبرز: 03016720512
03458963472
مولانا نصرت عباس خان مجاہدی قمی
مدرس جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا